ماہنامہ اصلاح
MAHNAMA ISLAH
ISSN 2455-636X
قبلۂ اول
یعنی مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس کو صیہونیوں کے
ناجائز قبضے سے آزاد کرانا تمام اہل اسلام
اپنا بنیادی فریضہ قرار دیں۔

ادارۂ اصلاح واجازات خمس
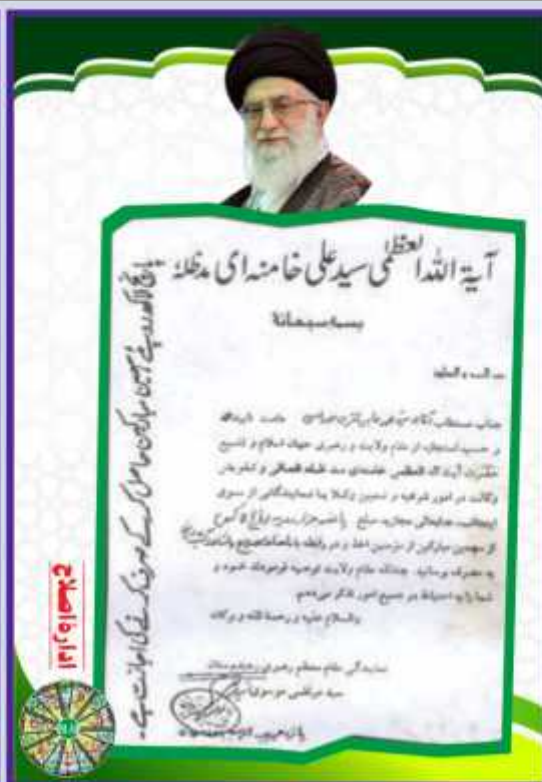
'ادارہ اصلاح' ۱۲۹۲ ہجری سے خدمات انجام دے رہا ہے۔ اس طویل مدت میں ادارہ نے کارہائے نمایاں انجام دیئے، مفید اور کارآمد کتابیں پیش کیں۔ آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ ادارہ کی جانب سے ۱۳۱۵ ہجری سے ماہنامہ اصلاح شائع ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس رسالے کے خریدار بنئے اور دوسروں کو بنائیے۔ مجالس وغیرہ میں تقسیم کرنے یا مرحومین کے لئے ایصال ثواب یا ثواب جاریہ کے لئے کتابوں کے اشاعت یا خرید کے لئے رابطہ کیجئے۔
بحمدللہ ادارہ اصلاح کو آیۃ اللہ العظمیٰ سیستانی، آیۃ اللہ العظمیٰ خامنہ ای و دیگر مراجع عظام ادام اللہ فیوضھم کے اجازات سہم امام حاصل ہیں، ہر ممکنہ طریقہ سے ادارہ کا تعاون کرتے رہیں تاکہ آپ کا یہ ادارہ خدمات کو جاری رکھتے ہوئے مزید بہتر خدمات انجام دے سکے۔

ادارۂ اصلاح، مسجد دیوان ناصر علی، مرتضیٰ حسین روڈ لکھنؤ۔۳
فون نمبر: 0522-4077872۔ موبائل: 9415465237
E-mail.:islah_lucknow@yahoo.co.in, mahnamaislah@gmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم
زیر سر پرستی حضرت ولی عصر عجل اللہ فرجہ الشریف
کجھوا ضلع سیوان بہار کا قدیمی علمی و دینی جریدہ
ماہنامہ
اصلاح
لکھنؤ
جلد (۲۰)
قیام ادارہ
۱۵رشعبان المعظم
۱۲۹۲ھ
پنجشنبہ ۱۶ر ستمبر
۱۸۷۵ء
شمارہ (۸)
اجراء جریدہ
۱۵رشعبان المعظم
۱۳۱۵ھ
یکشنبہ ۹رجنوری
۱۸۹۸ء
جون 2021 عیسوی
مرتب و مدیر اعزازی
سید محمد حسنین باقری
9598956660
منیجر و مدیر مسئول
سید محمد مہدی باقری
9415465237
مدیر
سید محمد جابر جوراسی
09151725949
09415152649
ذی القعدۃ الحرام ۱۴۴۲ھ
۱۳۸۲ شہادت حسینی
اصلاح مسجد دیوان ناصر علی مرتضیٰ حسین روڈ لکھنؤ ۲۲۶۰۰۳ انڈیا
3

زر سالانہ

اندرون ملک	پانچ سو روپے	500/-
یوروپ، امریکہ، کناڈا	دو ہزار روپے	2000/ -
خلیجی ممالک	سترہ سو روپے	1700/-
ایشیا مع پاکستان	تیرہ سو روپے	1300/-
پاکستان (زمینی ڈاک)	گیارہ سو روپے	1100/-

اس شمارے کی قیمت: 50 روپیہ — صفحات: 76

(Bank Detail)

Name: ISLAH

A/c No. 108702000000462

IFS Code : IOBA0001087

INDIAN OVERSEAS BANK

GoldarwazaChowk Branc h Lucknow

فون و فیکس ادارہ: 0091 522 4077872

website: www.islah.in

E-mail: mahnamaislah@gmail.com

islah_lucknow@yahoo.co.in

ISSN No. 2455 - 636X

مطبوعہ : امپریشن پرنٹ ہاؤس لکھنؤ

R.N.I. No.-UPURD/2001/07094 POSTAL No. SSP/L.W/N.P-483/2020-2022

Printer & Publisher Syed Mohammad Mehdi Baqri for ISLAH Printed at Impression Print House UG-1, Kulbhaskar Complex, 78 G.B. Road Lucknow (U.P.) and Published at Masjid Deewan Nasir Ali Murtuza Husain Road, Lucknow (U.P.) Editor: Syed Mohammad Jabir Jaurasi

پرنٹر و پبلشر سید محمد مہدی باقری نے اصلاح کے لئے امپریشن پرنٹ ہاؤس، یو۔جی۔۱، کلبھاسکر کمپلیکس، ۷۸ جی۔بی۔روڈ لکھنؤ (یوپی) سے چھپوا کر مسجد دیوان ناصر علی مرتضیٰ حسین روڈ لکھنؤ۔ یوپی سے شائع کیا۔ مدیر: سید محمد جابر جوراسی

ISSN No.2455-636X

اصلاح کے بیرون ملک نمائندے

آسٹریلیا: ڈاکٹر سید حسن مسعود (میلبورن)	0061 423 439 685
افریقہ: جناب نذر عباس رضوی (تنزانیہ)	00255 713352383
امریکہ: ڈاکٹر منظور تقی رضوی (نیوجرسی)	001 9736328369
انگلینڈ: مولانا مختار عباس وصایہ (لندن)	0044 7424251823
ایران: مولانا سید محمد فائز باقری (قم)	0098 9198505582
بنگلہ دیش: مولانا سید ابراہیم خلیل رضوی (کھلنا)	0088 1715002288
جرمنی: جناب علی حیدر عابدی (برلن)	0049 15782578176
عراق: مولانا سید قمر اعظم جعفری (نجف اشرف)	00964 7711600842
کناڈا: مولانا سید احمد رضا حسینی (ٹورنٹو)	001 6472892469
یورپ: ڈاکٹر سید محمد حسین رضوی (ناروے)	

اندرون ملک نمائندے

یوپی: مولانا سید محمد سبطین باقری (لکھنؤ)	+91 8726254727
(۲) مولانا سید محمد عازم جوراسی (فیض آباد)	+91 8174810335
دہلی: پروفیسر عراق رضا زیدی (دہلی)	+91 9818818215
بہار: ڈاکٹر عارف عباس (مظفر پور)	+91 8303110786
آندھرا پردیش: جناب سید جعفر حسین (حیدرآباد)	+91 9346938539
تمل ناڈو: قاضی مولانا غلام محمد مہدی خان (چنئی)	+91 9840463645
گجرات: مولانا سید محمد رضا غروی (احمدآباد)	+91 9724737865
مہاراشٹرا: مولانا سید روح ظفر رضوی (ممبئی)	+91 9594451455
کشمیر: مولانا ڈاکٹر شعیب رضوی (سری نگر)	+91 9906685395
(۲) جناب عباس علی (کارگل)	+91 9469207163
کرناٹک: جناب میر سجاد علی (میسور)	+91 9591589124
(۲) مولانا سلمان عابدی (علی پور)	+91 9916733603
ہماچل پردیش: جناب سید سرفراز حسین (کلو)	+91 9816098786
مدھیہ پردیش: جناب نجم الحسن (اندور)	+91 7869910305
اتراکھنڈ: جناب اصطفیٰ حسین زیدی (دہرادون)	+91 9412053083
بنگال: مولانا ڈاکٹر محسن رضا عابدی (ہوگلی)	+91 9831542924
چھتیس گڑھ: محترمہ انیس فاطمہ زیدی (بلاس پور)	+91 9303671385
جھارکھنڈ: جناب سید جاوید حیدر نقوی (رانچی)	+91 9835575393
راجستھان: مولانا علی حیدر اجمیری (دھول پور)	+91 9414645126
پنجاب: جناب شیخ شبیر حسین جگا (مالیر کوٹلہ)	+91 9876160462
دوی دمن: جناب غلام شبیر (دوی دمن دیپ)	+91 9824791109

اشارے

ISSN No.2455-636X

ترجمہ: حجۃ الاسلام مولانا **سید مونس رضا** عابدی طاب ثراہ

آیت: ۲۰: قریب ہے کہ برق کی چمک ان کی قوتِ بصارت کو چھین لے جس وقت بجلی چمکتی ہے اور روشنی ہو جاتی ہے وہ چند قدم چلتے ہیں اور جب تاریکی چھا جاتی ہے تو رک جاتے ہیں۔ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ ۖ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُم مَّشَوْا فِيهِ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا ۔ (کڑک اور گرج کی وجہ سے کان کا پردہ پھٹ جانے اور برق کی خیرہ کرنے والی روشنی کی وجہ سے ان کی آنکھیں نابینا ہونے کا خطرہ ہے)

"اگر اللہ چاہتا تو سماعت اور بصارت کو ان سے لے لیتا" اللہ ہر چیز پر قادر ہے:

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

ہر سماج میں منافقین کی شناخت لازم ہے: اگر چہ یہ مذکورہ بالا آیتیں پیغمبر ﷺ کے زمانہ کے منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہیں لیکن اس امر کی طرف توجہ کرنے سے کہ نفاق کے جراثیم ان انقلابوں کے مقابلے میں بھی جو دین حق کی نمائندگی کرتے ہیں ہر زمانہ ہر عصر میں موجود تھے اور موجود ہیں ہم اس زمانے کے منافقین میں بھی مو بہ مو وہی علامتیں وہی نشانیاں دیکھ رہے ہیں۔ وحشت و اضطراب بدبختی سیہ روزی رسوائی اور سرگردانی ان کی اس وقت بھی ویسی ہی ہے جیسے زمانہ گزشتہ میں تھی۔

آیت: ۲۱: ایسے خدا کی عبادت کرنی چاہئے:

تین گروہ کا حال بیان کرنے کے بعد یہ واضح کیا جا رہا ہے کہ حقیقی سعادت اور نجات گروہ اول کی سیرت اور ان کے طریقہ پر چلنے سے ہی حاصل ہوگی۔ قرآن کہتا ہے: "اے لوگو اپنے پروردگار کی پرستش کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے والوں کو پیدا کیا۔ شاید تم پرہیزگار بن جاؤ۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ سے خطاب: قرآن میں تقریباً بیس بار اس لفظ کی تکرار ہوئی ہے یہ ایک عمومی اور جامع خطاب ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ قرآن نسل قبیلہ نژاد اور قوم سے مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر زمانے کے لئے عام ہے اور سب کو شرکت کرنے کی دعوت دیتا ہے سب کو ایک خدا کی پرستش کی ہدایت کرتا ہے اور ہر قسم کے شرک و انحراف کو منع کرتا ہے۔

آیت: ۲۲: زمین و آسمان کی نعمت: یہ آیت خدا کی عظیم نعمتوں کی دوسری قسموں کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ پہلے زمین کی خلقت کا تذکرہ ہے "جس نے زمین کو تمہارے لئے فرش بنایا"۔ یہ زمین جو تم کو اپنی پشت پر سوار کئے ہوتے ہے مختلف حرکات میں بے پناہ سرعت کے ساتھ اس فضا میں اپنا سفر طے کرتی ہے اس طرح کی معمولی سی لرزش بھی تمہارے جسم میں پیدا نہیں ہوتی یہ اس عظیم نعمتوں میں سے ایک ہے۔ اس کی جاذبیت کی طاقت جو تم کو ہر طرح کی آسانی اور سہولت فراہم کرتی ہے ایک جگہ سے دوسری جگہ چل کر جانے میں، گھر بنانے میں، باغ اور زراعت تیار کرنے میں زندگی کے مختلف وسائل فراہم کرنے میں تمہاری معاون ہے۔ تمہارے لئے بہت بڑی نعمت ہے۔ بقیہ صفحہ۔۔۔۔پر

ISSN No.2455-636X

مرتب:
سید محمد حسنین باقری، استاذ جامعہ ناظمیہ لکھنؤ

(۱۰۴) وَعَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ قَدْ فَرَضَ اللهُ التَّمَحُّلَ عَلَى الْأَبْرَارِ فِي كِتَابِ اللهِ قِيلَ وَمَا التَّمَحُّلُ قَالَ إِذَا كَانَ وَجْهُكَ آثَرَ عَنْ وَجْهِهِ الْتَمَسْتَ لَهُ وَقَالَ فِي قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ قَالَ لَا تَسْتَأْثِرْ عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَحْوَجُ إِلَيْهِ مِنْكَ.

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: خدا نے ابرار و نیکوکار لوگوں کو قرآن میں تمحل (یا تحمل) کا حکم دیا ہے۔ پوچھا گیا تمحل (یا تحمل) کے معنی کیا ہیں؟ فرمایا: جب تمہاری آبرو اس شخص سے زیادہ ہو جس کیلئے تم سے درخواست کی گئی ہو۔ قرآن مجید کی آیت و یوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصہ۔ کے بارے میں ارشاد ہے کہ اپنے سے زیادہ محتاج شخص کو ضرورت میں ترجیح دو۔

(۱۰۵) وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ قَالَ: إِنَّ الْمُسْلِمَ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَعِيبُهُ وَلَا يَغْتَابُهُ وَلَا يَحْرِمُهُ وَلَا يَخُونُهُ وَقَالَ لِلْمُسْلِمِ عَلَى أَخِيهِ مِنَ الْحَقِّ أَنْ يُسَلِّمَ عَلَيْهِ إِذَا لَقِيَهُ وَيَعُودَهُ إِذَا مَرِضَ وَيَنْصَحَ لَهُ إِذَا غَابَ وَيُسَمِّتَهُ إِذَا عَطَسَ وَيُجِيبَهُ إِذَا دَعَاهُ وَيُشَيِّعَهُ إِذَا مَاتَ.

ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے تنہا چھوڑتا ہے، نہ اس کو عیب لگاتا ہے، نہ اسے محروم کرتا ہے، نہ اسے خیانت کرتا ہے۔

معصوم نے فرمایا: مسلمان کا اپنے بھائی پر یہ حق ہے کہ ملاقات ہو تو اس پر سلام کرے۔ بیمار ہو تو عیادت کو جائے۔ غیر حاضر ہو تو اس کیلئے خلوص برتے۔ جب چھینکے تو دعا دے۔ جب بلائے اور پکارے تو جواب دے۔ مر جائے تو جنازہ میں شرکت کرے۔

(۱۰۶) وَعَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع أَنَّهُ قَالَ لِأَبِي إِسْمَاعِيلَ يَا أَبَا إِسْمَاعِيلَ أَ رَأَيْتَ فِيمَنْ قِبَلَكُمْ إِذَا كَانَ الرَّجُلُ لَيْسَ عِنْدَهُ رِدَاءٌ وَعِنْدَ بَعْضِ إِخْوَانِهِ فَضْلُ رِدَاءٍ أَ يَطْرَحُهُ عَلَيْهِ حَتَّى يُصِيبَ رِدَاءً قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَإِذَا كَانَ لَيْسَ لَهُ إِزَارٌ أَ يُرْسِلُ إِلَيْهِ بَعْضُ إِخْوَانِهِ بِإِزَارٍ حَتَّى يُصِيبَ إِزَاراً قُلْتُ لَا فَضَرَبَ بِيَدِهِ عَلَى فَخِذِهِ ثُمَّ قَالَ مَا هَؤُلَاءِ بِإِخْوَانٍ.

ابو جعفر علیہ السلام سے روایت ہے: آپ نے ابو اسماعیل سے فرمایا: ابو اسماعیل! تمہارے دوستوں میں اگر کسی کے پاس ایک عبا (قبا یا شیروانی پر ڈالنے ایک عربی لباس) ہو اور اس کے دوست کے پاس زیادہ عبائیں (ردائیں) ہوں تو وہ اپنی زائد عبا اپنے بھائی کو دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اسے دوسری ردا ملے۔ اسماعیل نے عرض کیا۔ نہیں۔ فرمایا: اچھا اگر کسی کے پاس زیر جامہ نہ ہو تو دوسرا شخص جس کے پاس کئے ہوں وہ اتنی مدت کیلئے بھیج دیتا ہے کہ زیر جامہ بنوالے۔ عرض کی، جی نہیں! حضرت علیہ السلام نے زانو پر ہاتھ مار کر فرمایا: تو پھر وہ لوگ آپس میں دوست اور بھائی نہیں۔

ISSN No.2455-636X

مسائل شریعت کے

مسئلہ 414: واجب غسل آٹھ ہیں: 1: غسل جنابت۔ 2: غسل حیض۔ 3: غسل نفاس۔ 4: غسل استحاضہ۔ 5: غسل مس میت۔ 6: غسل میت۔ 7: مستحبی غسل جو نذر، عہد اور شرعی قسم وغیرہ کی وجہ سے واجب ہو جاتا ہے۔ 8: احتیاط واجب کی بنا پر نماز آیات کی قضا کے لیے جب مکمل چاند یا سورج گرہن ہو، اور مکلف نے جان بوجھ کر نماز آیات نہ پڑھی ہو یہاں تک کہ قضا ہو جائے، غسل کرنا۔

حیض جسے ماہانہ عادت "period" کہا جاتا ہے، وہ خون ہے جو غالباً ہر مہینہ چند دنوں تک عورتوں کے رحم سے خارج ہوتا ہے اور عورت کو جب خون حیض آتا ہے تو حائض کہتے ہیں جس کے لیے شریعت مقدس اسلام میں بعض احکام ہیں جو آئندہ مسائل میں ذکر ہوں گے۔

آیت اللہ العظمیٰ سید علی سیستانی مدظلہ العالی

مسئلہ 467: حیض کا خون زیادہ تر گاڑھا، گرم، تازہ اور اس کا رنگ سیاہ یا غلیظ سرخ ہوتا ہے وہ فشار اور تھوڑی جلن کے ساتھ باہر آتا ہے ان مقامات کو حیض کی علامتیں یا حیض کے صفات کہتے ہیں، اور بعض مقامات میں خون حیض کو تشخیص دینے کے لیے ان علامات یا صفات سے استفادہ کرتے ہیں کہ جن کی تفصیل آئندہ مسائل میں ذکر ہوگی۔

مسئلہ 468: جو خون عورت سے خارج ہوتا ہے اگر خون حیض کے شرائط موجود ہوں تو ایسی صورت میں وہ حیض شمار ہوگا اور اگر ان میں سے کوئی ایک شرط نہ ہو تو حیض نہیں ہوگا خون حیض کے شرائط کی وضاحت آئندہ مسائل میں ہوگی۔

پہلی شرط: بلوغ کے بعد ہو: مسئلہ 469: اگر کوئی لڑکی 9 سال قمری مکمل ہونے سے پہلے خون دیکھتی ہے تو حیض نہیں ہے چاہے حیض کی علامتیں موجود ہوں یا نہ ہوں۔

مسئلہ 470: اگر کوئی لڑکی جو نہیں جانتی کہ اس کے 9 سال پورے ہوئے یا نہیں خون دیکھتی ہے اور حیض کی علامتیں [جو مسئلہ نمبر 467 میں ذکر کی گئی ہیں] نہ ہوں تو وہ حیض نہیں ہے اور اگر حیض کی علامتیں ہوں تو اس کے حیض ہونے کا حکم محل اشکال ہے، البتہ اگر اطمینان حاصل ہو جائے کہ یہ حیض ہے اگرچہ جدید علمی ذرائع سے اطمینان حاصل ہو جائے تو اس صورت میں معمولاً اطمینان پیدا ہو جاتا ہے کہ اس کے 9 سال پورے ہو گئے ہیں۔

دوسری شرط: یائسگی سے پہلے ہو: مسئلہ 471: عورتیں یائسگی کے بعد جو خون دیکھتی ہیں وہ حیض نہیں ہے چاہے حیض کی نشانیاں موجود ہوں یا موجود نہ ہوں اور عورتوں میں یائسگی کا سن 60 سال قمری ہے اور وہ خون جو عورتیں 60 سال قمری کے مکمّل ہونے کے بعد دیکھتی ہیں حیض کا حکم نہیں رکھتا ہے اور عورتیں 50 سے 60 سال کے دوران چاہے قریشیہ [توجہ رہے کہ سیدانی عورتیں قریشی عورتوں کی قسموں میں سے ایک قسم ہیں] ہو یا غیر قریشیہ حیض دیکھتی ہیں گرچہ احتیاط مستحب یہ ہے کہ جو عورتیں قریشیہ نہیں ہیں اس مدت میں جن مقامات میں اس سن سے پہلے حیض شمار ہوتا ہے لازم ہے ان کاموں کو جو حائض پر حرام ہے ترک کریں اور احتیاط مستحب ہے کہ مستحاضہ کے وظائف بھی انجام دیں۔ [قابل ذکر ہے سن یائسگی جو طلاق کے عدہ کے ساقط ہونے کا سبب ہے اور سن یائسگی جو عبادی امور میں ہے دونوں میں فرق ہے جس کی وضاحت طلاق کی بحث میں ذکر ہوئی ہے]

مسئلہ 472: وہ عورت جسے شک ہو کہ یائسہ ہوئی ہے یا نہیں اس کے 60 سال قمری مکمل ہوئے ہیں یا نہیں اگر کوئی خون دیکھتی ہے اور نہیں جانتی کہ وہ حیض ہے یا نہیں تو اسے یہ سمجھنا چاہیے کہ اس کے 60 سال پورے نہیں ہوئے اور یائسہ نہیں ہے۔ (توضیح المسائل جامع)

ISSN No.2455-636X

حماس، جہاد اسلامی اور اسرائیل کے درمیان جاری ۱۱ روزہ جنگ غیر مشروط طور پر ۲۰ و ۲۱ کی درمیانی شب میں ختم ہوگئی۔

دراصل فلسطین پر برطانیہ کے ذریعہ صیہونیوں کے ناجائز قبضے اور اسرائیل کے ناجائز قیام کے بعد ۱۹۴۸ء سے لیکر اب تک مشرق وسطیٰ بارود کے ڈھیر پر ہے۔ صیہونیوں کی مسلسل شرارت مغرب بالخصوص امریکہ کی پشت پناہی کی وجہ سے آئے دن صیہونیوں کی جانب سے فلسطینیوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے جاتے ہیں۔ کہنے کو تو فلسطین ایک آزاد ریاست قرار پا گئی لیکن اسرائیل کی دست درازی سے آزاد نہیں ہے اور اس کا تختۂ مشق بنی رہتی ہے۔ ۲۷ رویں شب قدر کو جب بڑی تعداد میں فلسطینی عرب اپنے قبلۂ اول مسجد اقصیٰ میں عبادت کے لئے جانا چاہ رہے تھے تو اسرائیلی فوجوں نے ان پر یلغار کردی۔ اور نہتھے عبادت گزاروں پر حملہ کردیا عورتیں اور بچے تک زخمی ہوئے، دوسرا ظلم انہوں نے یہ کیا کہ زور زبردستی سے بعض فلسطینیوں کے مکانات خالی کرارہے تھے تو تصادم ہوا، عربی مثل ہے "البادی اظلم" ابتدا کرنے والا زیادہ ظالم ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اسرائیل کی طرف سے یہ اشتعال انگیزی ہوئی تھی لہٰذا اس کے بعد کے جتنے واقعات ہوئے اس کی ذمہ دار نیتن یاہو اور ان کی حکومت ہے۔ یہ حضرت وہ ہیں جو چار بار کے الیکشن کے بعد بھی اسرائیلی پارلیمنٹ میں اکثریت نہیں حاصل کرسکے ہیں لہٰذا اس اشتعال انگیزی کے ذریعہ وہ اپنی پوزیشن مضبوط کرنا چاہتے تھے جو مزید کمزور ہوگئی ہے۔ گزشتہ صورت حال یہ رہی کہ اس اسرائیلی جارحیت کے خلاف اسرائیلی عوام نے نیتن یاہو حکومت کے خلاف زبردست مظاہرے کئے جنہیں اسرائیلی پولیس تشدد و سختی کے ذریعہ دبانے میں کوشاں رہی۔

جیالے فلسطینیوں نے سسک سسک کر مرنے کے بجائے مزاحمت کا راستہ اختیار کیا جو ظلم کی قسم نہیں بلکہ مظلومیت کا ایک باعزت حربہ ہے۔ فلسطینیوں کی عسکری تنظیم حماس اور جہادِ اسلامی نے میزائیلی حملوں کے ذریعہ اسرائیل کے اندر ہل چل مچادی، اُدھر سے جو حملے ہوئے وہ انتہائی قابل اعتراض اس لئے تھے کہ دعویٰ تو یہ تھا کہ حماس کے ٹھکانوں پر حملے ہیں جبکہ ان کے حملے کی زد میں شہری آبادی آئی عمارتوں پر حملے کئے گئے وہ عمارت بھی زد میں آئی جس میں "الجزیرہ" و دیگر غیر ملکی میڈیا کے دفاتر تھے۔ متاثرین نے اس سلسلے میں عالمی عدالت سے رجوع کرنے کا فیصلہ کیا ہے اس لئے کہ عالمی قوانین کی روشنی میں یہ حملے سراسر غیر قانونی تھے۔ یہ مناظر رونگٹے کھڑے کردینے والے تھے کہ چھوٹے چھوٹے بچوں اور عورتوں کو بھی نہیں بخشا گیا۔ یہ انسانیت کی بہت بڑی توہین ہے۔

امریکہ پر چونکہ سرمایہ دار یہودیوں کا تسلط ہے لہٰذا کوئی بھی حکومت ان کے خلاف قدم اٹھانے سے پرہیز کرتی ہے۔ جو بائیڈن حکومت نے اپنی امیج خراب کرتے ہوئے غلط فیصلے کرلئے جس کا اُسے پچھتاوا بھی ہوا۔ ابتداءً امریکہ نے یہ غیر عادلانہ استدلال پیش کیا کہ اسرائیل کو حق دفاع حاصل ہے لیکن جب یہی استدلال فلسطینیوں کے لیے پیش کیا گیا تب اس کا لہجہ بدلا۔ اور اس کا بیان آیا کہ اسرائیل و فلسطین دونوں کو حق دفاع حاصل

ISSN No.2455-636X

ہے پھر بھی عملاً اس نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں اسرائیل کے خلاف قراردادوں کو ویٹو کردیا دوسری زیادتی یہ کی ہے کہ نیتن یاہو سے امریکی طاقتور میزائلوں کا سودا کرنے کا معاہدہ ہوا جس پر خود امریکی پارلیمنٹ کے اندر سخت احتجاج یہ کیا گیا کہ بچوں عورتوں تک پر حملہ کرکے اسرائیل غیر انسانی حرکتیں کررہا ہے امریکہ کو ان جرائم کا شریک نہ بننا چاہئے۔

ترکی اگرچہ اسرائیل کے خلاف اقدامات کے سلسلے میں پیش پیش رہا ہے لیکن اس کا بنیادی مقصد عالم اسلام کی قیادت حاصل کرلینا تھا وہ علاقے کا ایک بڑا مسلم ملک ہے جس کے پاس اسلحوں کا ذخیرہ بھی ہے اسرائیل کو امریکی تعاون کے جواب میں اس نے فلسطینیوں کا اسلحوں سے کوئی تعاون نہیں کیا کہ جن کے ذریعہ وہ اپنا دفاع کرسکیں۔ علاقے کا ایک بڑا مسلم ملک مصر بھی ہے جس کا سربراہ سابق صدر محمد مرسی مرحوم کا قاتل جنرل السیسی ہے جو امریکہ اور سعودی عرب کے تعاون سے حکومت حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ اس نے عالم اسلام کو بے وقوف بناتے ہوئے یہ اعلان کیا ہے کہ ہم تباہ شدہ غزہ میں تعمیری کام انجام دیں گے۔ یاد رہے کہ اسرائیلی حملوں سے غزہ میں پچاس ہزار مکانات تباہ ہوگئے ہیں۔ اگر واقعی مصر سرگرم ہوتا جس کی زمین کو اسرائیل نے ہتھیا بھی لیا تھا تو غزہ تباہ ہی کیوں ہوتا۔ اسی مصر کی ثالثی سے جنگ بندی ہوئی ہے دراصل جنرل السیسی مغرب کے نمائندہ کی حیثیت سے کام کررہا تھا حماس کے مزاحمتی تیور نے اسرائیل میں تو ہلچل مچا ہی دی تھی خود امریکہ کی بھی بہت رسوائی ہورہی تھی کہ وہ سراسر ظالم و جارح کی حمایت کررہا تھا اور سعودی عرب کو یہ فکر تھی کہ اگر معاملہ زیادہ بڑھا تو وہ عالم اسلام سے کٹ کر رہ جائے گا۔ لہٰذا امریکہ نے نیتن یاہو پر دباؤ بنایا اس کے تو پہلے ہی ہاتھ پیر پھولے ہوئے تھے اور اپنے اس دعوے کو پس پشت ڈال کر کہ وہ حماس کا خاتمہ کرکے دم لے گا مصری ثالثی میں جنگ بندی پر آمادہ ہوگیا۔ فلسطینی عوام سڑکوں پر نکل آئے فتح کا جشن منایا جمعہ ۲۱ مئی کو مسجد اقصیٰ میں ملتوی شدہ جشن عید کو منانے کا اہتمام کیا یہاں پھر ان پر اسرائیلی پولیس حملہ آور ہوئی ۲۳ مئی کو پھر عبادت کے لئے جانے والوں سے پھر اسرائیلی پولیس کا تصادم ہوا یاد رہے کہ غاصب اسرائیل نے مسجد اقصیٰ میں نوجوان فلسطینیوں کے جانے پر پابندی لگا رکھی ہے اور بزرگ فلسطینیوں کو مسجد میں جانے پر تشدد کا نشانہ بناتی رہتی ہے۔ جنگ بندی کے بعد فتح کے جشن میں تقریر کرتے ہوئے حماس کے رہنما اسماعیل ہنیہ نے اپنی فتح کا اعلان کیا اور تمام اسرائیلی دعووں کو رد کرتے ہوئے اعلان کیا کہ اس جنگ میں ہمارے تمام جنرل محفوظ رہے ہماری حکمت عملی یہ رہی کہ جواباً ہم اسرائیل کے اندر حملے کریں ہماری یہ حکمت عملی کامیاب رہی۔ باوجود انتہائی تباہی و بربادی کے حماس کے مزاحمتی جوانوں نے شکست قبول نہیں کی بلکہ پامردی سے اسرائیلی جارحیت کا مقابلہ کرتے رہے۔ اسماعیل ہنیہ نے واضح الفاظ میں اسلامی جمہوریہ ایران کا شکریہ ادا کیا جو واحد وہ ملک ہے کہ جو فلسطینیوں کے ساتھ رہا اور ہر طرح سے ان کا تعاون کیا۔ یاد رہے کہ اسی ملک کی ہمت افزائی سے لبنان کی عسکری تنظیم حزب اللہ ماضی میں اسرائیل پر کامیاب رہا تھا۔ اسرائیل نے اپنی شکست کا اعتراف بھی کیا تھا۔ اور اسی کی حمایت سے فلسطینی عسکری تنظیم نے ۱۱ روزہ جنگ میں اسرائیل پر فتح حاصل کی۔ ویسے تو اسرائیل بھی اپنی فتح کا اعلان کررہا ہے لیکن لہجہ کی کمزوری بتارہی ہے کہ وہ اپنے دعوے میں سچا نہیں ہے۔

مغرب نے مزاحمتی تنظیم حماس کو دہشت گردوں کی فہرست میں رکھا ہے جو کہ انتہائی زیادتی ہے اس لئے غاصب اسرائیل سے ہٹ کر یہ تنظیم کسی دوسرے ملک میں کوئی بھی داعش وغیرہ کی طرح مسلحانہ قدم نہیں اٹھاتی یہی حال لبنان کی تنظیم حزب اللہ کا ہے۔ اسرائیل نے چونکہ فلسطینیوں کے مکانوں پر قبضہ کرکے انہیں بے دخل کردیا ہے لہٰذا فلسطینی اسرائیل کے خلاف اقدامات کرتے ہیں۔ امریکہ میں مقیم بقول ایک اسرائیلی عرب کے یہ عجیب بات ہے کہ کوئی آپ کے گھر کے اندر زبردستی گھس آئے اور پھر آپ سے کہے کہ اس گھر سے باہر نکلو جارح اسرائیل یہی کررہا ہے۔

ISSN No.2455-636X

ابتدا اسرائیل کا یہ اعلان تھا کہ ہم حماس کے وجود ہی کو مٹا دیں گے اسرائیل نواز میڈیا جس میں ہمارے ملک کے متعصب چینل شامل ہیں یہی راگ الاپ رہے تھے لیکن نیتن یاہو نے مزاحمت کی شدت کو دیکھتے ہوئے سمجھ لیا تھا کہ اگر اب بھی ہم جنگ بندی پر آمادہ نہ ہوئے تو ہمارا ہی وجود خطرے میں پڑ جائے گا۔ کیا یہ حیرت ناک بات نہیں ہے کہ اسرائیل کا مقابلہ حزب اللہ سے ہو حماس سے ہو یا جہاد اسلامی سے یہ ممالک نہیں ہیں صرف تنظیمیں ہیں جن کے سامنے فلسطین کی سرزمین پر ناجائز قبضہ کرنے والا اسرائیل نہیں ٹک پاتا تو اگر اس کا مقابلہ کسی مضبوط اسلامی ملک سے ہو جائے تو پھر انجام کیا ہوگا یہ وہ بخوبی جانتا ہے۔ اسی لئے جنگ بندی پر آمادہ ہونے میں اس نے عافیت سمجھی۔ وہ عرصے سے مغرب نواز مسلم ملکوں اور چاپلوس مسلمانوں کی بے غیرتی سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ بانی انقلاب اسلامی آیت اللہ العظمیٰ خمینیؒ نے غیرت مسلمہ کو للکارتے ہوئے فرمایا تھا کہ مسلمانوں کی جمعیت اتنی ہے کہ "اگر ایک ایک بالٹی پانی بھی ڈال دیں تو اسرائیل اس میں بہہ جائے گا" وہ تو یہ مطالبہ کر کے باعزت اس دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن امت مسلمہ آج بھی خواب خرگوش کے مزے لے رہی ہے۔

اگر یہ بیدار نہ ہوئے اور متحد ہو کر قبلۂ اول کی بازیابی میں کامیاب نہ ہوئے تو موجودہ قبلہ بھی خطرات کی زد میں ہے۔ اس لئے کہ نام نہاد خادمین حرمین مغرب نواز اور جارح اسرائیل دوست ہیں۔ ان کے اسلاف ہی نے جنت المعلیٰ اور جنت البقیع کے انہدام کا بھی ارتکاب کیا ہے جس کی آج تک تعمیر نو نہیں ہو سکی ہے۔

موجودہ صورت حال یہ ہے کہ مسلم ممالک کے عوام مظلوم فلسطینیوں کے ساتھ ہیں لیکن بعض مسلم حکمرانوں نے یا تو اسرائیل سے معاہدہ کر رکھا ہے یا وہ امریکہ کے زیر اثر ہیں یہاں تک کہ ترکی کی یہ تجویز فلسطین کے تحفظ کے لئے تمام مسلم ممالک پر مشتمل ایک فوج تیار ہو کہ تجویز بھی شاید ردی کی ٹوکری میں چلی گئی۔ اسی طرح اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل بھی مسئلہ فلسطین میں کوئی فیصلہ کن قدم اٹھانے سے اب تک قاصر رہی ہے اسرائیلی جارحیت کے خلاف جتنی تجویزیں پاس ہوئیں انہیں امریکہ نے ویٹو کر دیا۔ حالیہ اجلاس میں کویت کی تجویز تھی کہ قیام امن کے لئے اسرائیل عربوں کا وہ علاقہ پہلے واپس کرے جس پر ۶۷ کی جنگ میں اس نے قبضہ کر رکھا ہے تو اسے بھی امریکہ نے ویٹو کر دیا۔ لہٰذا یہ ادارہ صرف عضو ناکارہ بن کر رہ گیا۔

صورت حال کا خوش آئند پہلو یہ ہے کہ بہت سے عرب ممالک کے سربراہ تو اسلام اور مسلمانوں سے غداری پر تلے ہوئے ہیں لیکن کچھ ممالک اپنے موقف میں اٹل ہیں مثلاً ایران اور شام و لبنان وغیرہ کے۔ ارض فلسطین پر میزائل سازی کے جو تین کارخانے چل رہے ہیں اس میں اسلامی جمہوری ایران کا خصوصی تعاون رہا ہے ورنہ اسرائیل اب تک فلسطین کو بالکل ہڑپ کر چکا ہوتا۔ رہبر انقلاب اسلامی آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای مدظلہ اپنے پیش رو بانی انقلاب اسلامی آیت اللہ العظمیٰ خمینیؒ کے مثل فلسطین اور بیت المقدس کے سلسلے میں اپنے موقف پر سختی سے قائم ہیں۔ عراق میں مقیم مرجع تقلید آیت اللہ العظمیٰ سید علی سیستانی مدظلہ نے ماضی قریب میں پوپ فرانسس کے دورہ عراق کے موقع پر انہیں یقین دہانی کرائی تھی کہ مسیحیوں کو بھی دوسرے عراقیوں کی طرح امن اور سلامتی حاصل ہونی چاہیے اور انہیں اپنے تمام آئینی حقوق حاصل ہونے چاہئیں۔ اسی طرح مسیحیوں اور مسلمانوں میں مکمل اتحاد اسی وقت ہو سکتا ہے جب مسئلہ فلسطین حل ہو۔

حالیہ دنوں میں اسرائیل نے لبنان میں بھی جارحیت کی ہے لیکن خیر بات آگے نہیں بڑھی۔ اسی طرح مسلم عوام اپنے غدار حکمرانوں کے برعکس اسرائیل کے خلاف زبردست مظاہرے کر رہے ہیں اس میں عرب ممالک بھی شامل ہیں اور دنیا کے دیگر ممالک یہاں تک کے یوروپ وغیرہ کے عوام اسرائیل کی شدید مذمت کر رہے ہیں۔ اسرائیل کے دوست ممالک بھی جو اسرائیل کی تائید کر رہے ہیں ان کا کمزور موقف خود ان

ISSN No.2455-636X

کی آوازوں کو لرزاں کئے ہوئے ہے اسی لئے انہوں نے جنگ بندی کا راستہ ہموار کیا۔ اس لئے کہ اسرائیل پورے طور سے انسانیت کشی پر آمادہ ہے۔ امریکی صدر جو بائیڈن کے فون پر نیتن یاہو کو یہ ہدایت دینے کے بعد کہ شہری آبادی پر حملے نہ کئے جائیں اسرائیل کا یہ کہنا کہ حملے صرف حماس کے ٹھکانوں تک محدود کر دیئے گئے ہیں۔ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس سے پہلے شہری آبادیوں کو نشانہ بنایا جا رہا تھا۔ بربنائے انصاف ہم اپنے ملکی میڈیا سے سخت نالاں ہیں کہ وہ عدل و انصاف کا خون کر رہا ہے اور مسلسل حماس کو دہشت گرد قرار دے رہا ہے اور اسرائیل کو ایک ایسا جری ملک قرار دے رہا ہے کہ جو اپنے دشمنوں کو کبھی نہیں بخشتا۔ یہ صورت حال غالباً اس مقولہ کے ضمن میں ہے کہ الناس علیٰ دین ملوکھم عوام اپنے حکمرانوں کے دین پر ہوتے ہیں اور گزشتہ دنوں حکمراں طبقہ کی جانب سے اسرائیل نوازی کے کچھ زیادہ ہی ثبوت رہے ہیں یہ بھی حقیقت ہے کہ اقوام متحدہ میں ہندوستان نے فلسطین سے اپنی حمایت کا نظریہ برقرار رکھا حالیہ اجلاس میں بھی ہندوستانی نمائندے نے فلسطین کی حمایت کا اعادہ کیا ہے اور ہم ہندوستانیوں کا سر ندامت سے جھکنے نہیں دیا۔ ہندوستان کے اسرائیل نواز طبقے اور ہندوستانی میڈیا کو سابق وزیر اعظم آنجہانی اٹل بہاری باجپائی کے نظریات کو اپنانا چاہیے جنتا پارٹی کی حکومت میں بحیثیت وزیر خارجہ انہوں نے ہندوستانی موقف کا اظہار اس طرح کیا تھا:

”ایک غلط فہمی پیدا کی جا رہی ہے یہ کہا جا رہا ہے کہ جنتا پارٹی کی سرکار بن گئی وہ عربوں کا ساتھ نہیں دے گی وہ اسرائیل کا ساتھ دے گی۔ آدرنی مرار بھائی اس استھتی میں اسپشٹ کر چکے ہیں غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے میں کہنا چاہتا ہوں کہ ہم ہر ایک سرشن کو گن اور آنور کے آدھار پر دیکھیں گے لیکن مدھیہ پورو کے بارے میں یہ استھتی صاف ہے کہ عربوں کی جس زمین پر اسرائیل قبضہ کر کے بیٹھا ہے وہ زمین اس کو خالی کرنا ہوگی۔ آکرمن کاری آکرمن کے پھلوں کا اپھوگ کرے یہ ہمیں اپنے سمبندھ میں سویکار نہیں ہے۔ تو جو نیم ہم پر لاگو ہوگا۔ عربوں کی زمین خالی ہونا چاہیے جو فلسطینی ہیں ان کے اچت ادھیکاروں کی پرتھاپنا ہونا چاہیے۔ از رائیل کے استتو کو سویت روس امریکہ نے بھی سویکار کیا ہے ہم بھی سویکار کر چکے ہیں مدھیہ پورو کا ایک ایسا حل نکالنا پڑے گا جس میں آکرمن کا پہ مان جن ہو اور استھائی شانتی کا آدھار بنے۔ غلط فہمی کی گنجائش کہاں ہے لیکن شاید وکتا کے ناطے میں اپنے ادھیکار کا فکر مند کر رہا ہوں یہ تو نئے ودیش منتری ہوں گے جو ہماری ودیش نیتی پر پرکاش ڈالیں گے۔ کچھ کہنا ہوگا تو آدرن مرار بھائی کہیں گے لیکن میرا سمبندھ ایک ایسی پارٹی سے رہا ہے جس کا ہوا کھڑا کر کے چناؤ میں کہا جاتا تھا کہ جنتا پارٹی پر جن سنگھ حاوی ہے اور جن سنگھ مسلمانوں کا دشمن ہے۔ کوئی اس جھوٹے پرچار میں نہیں آیا یہ بڑی خوشی کی بات ہے لوگ اس کھیل کو سمجھ گئے۔۔

(Atal Bihari Vajpayee SpeechJanata Party victory rally in DelhiGeneral Elections1977)

اسرائیل نے برطانیہ کی مدد سے فلسطین میں اپنی جگہ بنائی جس کی تائید شاہ عبد العزیز ابن سعود نے تحریراً کی۔ توسیع پسندی کے تحت قدیمی باشندوں اہل فلسطین کو کیمپوں میں ڈھکیل دیا ان کی زمینوں اور مکانوں پر قبضہ کر لیا۔ سلامتی کونسل کی قراردادوں کے برخلاف یہودی بستیاں بسائیں آئے دن وہ مسلمانوں کے قبلۂ اول مسجد اقصیٰ پر حملہ آور ہوتا رہتا ہے اس کا دعویٰ ہے کہ بیت المقدس میں اس کے قدیمی مقدسات ہیں لیکن یہ صورت حال مذہبی حوالوں کے ذریعہ سیاسی کامیابی حاصل کرنے کے لئے ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ تل ابیب کے بجائے یروشلم (بیت المقدس) کو اسرائیل کی راجدھانی بنانے پر تلا ہوا ہے۔ اس نے ۱۹۶۷ء کی جنگ میں مصر، شام، اور اردن کی زمینوں پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے جو آج بھی برقرار ہے۔ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں بعض مقامات پر مذہب کا سہارا لے کر سیاسی مقاصد حاصل کئے جاتے ہیں اسی طرح اسرائیل بھی کر رہا ہے فلسطینی مظلوم ہیں۔ قیام اسرائیل کے بعد ۷۲ رسال سے وہ مسلسل مظالم سہہ رہے ہیں کاش کوئی انہیں متوجہ کر دیتا کہ اس طویل مدت میں اگر انہوں نے اپنی

ISSN No.2455-636X

مزاحمتی تحریک میں ۲۷ رکربلا والوں کو اپنا رہنما بنالیا ہوتا تو آج صورت حال ہی دوسری ہوتی۔لہٰذا اگر یہ پیغام ان تک پہنچ سکے تو کیا کہنا کہ میزائلوں اور پتھروں سے کہیں زیادہ طاقتور ایک نعرہ ہے کہ جو باطل کے پتے کو پانی کر دیتا ہے اور وہ نعرہ ہے 'لبیک یا حسینؑ لبیک یا حسینؑ'۔اس نعرے کے ساتھ ولولہ انگیزی دشمن کو انشاء اللہ ضرور بالضرور ہراساں کردے گی۔

یاد رہے اس نعرے میں شرک کا شائبہ تک نہیں ہے، بلکہ اس توحید کے پرستار کی آواز پر لبیک کہنے کا جذبہ ہے جس نے ان ظالموں کے خلاف قیام فرمایا تھا جو سرزمین الٰہی پہ اپنے کو خدا سمجھ بیٹھے تھے اور ہر سیاہ وسفید کے مالک بنے بیٹھے تھے۔امام حسینؑ نے ایسے ہی ظالموں کی بیخ کنی کے لئے اپنی اور اپنے پورے کنبہ کی جانوں کا نذرانہ پیش کر دیا۔گویا وہ اپنے دعائے عرفہ کے اس فقرے کی تجدید فرمارہے تھے مَاذَا وَجَدَ مَنْ فَقَدَكَ وَ مَا الَّذِي فَقَدَ مَنْ وَجَدَكَ جس نے تجھے پالیا اس نے کھویا کیا، اور جس نے تجھے کھو دیا اس نے پایا کیا۔

اگرچہ ہمارا مضبوط نظریہ ہے کہ: پھر کربلا نہ ہوگی کوئی کربلا کے بعد

لیکن جہاں ظلم وتشدد ہوتا ہے پیاس ہوتی ہے مثالاً اُسے کربلا کہہ ہی دیا جاتا ہے اسی طرح جب ظالم انتہا کو پہونچ جاتا ہے تو اُسے یزید کہہ دیا جاتا ہے۔شاعر انقلاب جوش ملیح آبادی کا نظریہ ہے:

اس بیسویں صدی میں ہے پھر طرفہ انتشار	مجروح پھر ہے عدل ومساوات کا شعار
پھر کربلائے نو سے ہے نوعِ بشر دوچار	پھر نائب یزید ہیں دنیا کے شہریار

اے زندگی! جلال شہ مشرقین دے
اس تازہ کربلا کو بھی عزم حسینؑ دے

فارسی مصرعہ ہے: یک حسینؑ نیست کو گردد شہید ورنہ بسیار ند درد نیا یزید

زمانہ صرف ایک حسینؑ سے محروم ہے ورنہ دنیا میں بہت سے یزید موجود ہیں۔امام حسینؑ تو ہمارے درمیان نہیں ہیں لیکن روایات صحیحہ کی روشنی میں پردۂ غیب میں منتقم خون حسینؑ اور وارث حسینؑ ضرور موجود ہے اذن خدا سے جب انشاء اللہ ان کا ظہور ہوگا تو مسئلہ بیت المقدس چشم زدن میں حل ہوجائے گا۔حدیث میں ہے: يَمْلَأُ اللهُ بِهِ الْأَرْضَ قِسْطاً وَ عَدْلاً كَمَا مُلِئَتْ ظُلْماً وَ جَوْراً۔اللہ اس (حجت خدا) کے ذریعہ زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح پُر کردے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔

پُر حماقت جسارت: ۲۰ رمئی کے روزنامہ صحافت لکھنؤ میں مولوی محمد حفیظ اسلامی کا ایک مضمون "نشے کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ" غلطی سے شائع ہوگیا جب اس پر شدید ردعمل ہوا تو ایڈیٹر اور مضمون نگار دونوں نے معذرت کرلی لیکن مضمون نگار کی معذرت کافی اس لئے نہیں ہے کہ اگر بغض علیؑ کا مرض محرک نہ ہو تو آخر اس طرح کی غلط سلط روایتیں مضامین میں لانے کی ضرورت ہی کیا ہے کہ جن سے خاصان خدا کی توہین ہوتی ہو۔ابن کثیر کے حوالے سے مضمون میں جو روایت نقل کی گئی ہے اس میں العیاذ باللہ حالت نشہ میں حضرت علی علیہ السلام کے نماز پڑھا دینے کا ذکر ہے جو سراسر غلط ہے۔یہ وہ طیب وطاہر شخصیت تھی کہ شراب کی نجاست کا ان تک جانے کا سوال ہی نہیں ہے۔جب کہ ان کے آباؤ اجداد تک ہر دور میں شراب اور بت پرستی کی لعنت سے محفوظ رہے۔امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کا بھی یہی معاملہ ہے شراب رجس ہے اور رجس سے ان کی دوری مسلم الثبوت ہے بتوں کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ ہی سے تمام اہل سنت حضرات ان کے اسم گرامی کے بعد کرم اللہ وجہ لکھتے ہیں۔ مضمون نگار اور ان جیسوں کو متوجہ کرنا ضروری ہے کہ ماضی میں سنیات پہ کاش نے برادران اہل سنت کی اہم کتابوں کے حوالے سے بہت ہی قابل

ISSN No.2455-636X

اعتراض روایتیں نقل کی تھیں اور ہمارے نبی آخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم شخصیت پر العیاذ باللہ "رنگیلا رسول" کے نام سے ایک کتاب لکھ ماری تھی جس پر ہندوستان کے مسلمانوں نے سخت احتجاج کیا تھا۔ کیا کوئی غیرت مند مسلمان مضمون نگار ان مذکورہ مذموم روایتوں کو اپنے مضامین میں نقل کرتے رہنے کی جسارت کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر حضرت علی علیہ السلام کے سلسلے میں ایسے توہین آمیز روایات نقل کرنے کی جسارت کیوں کی جاتی ہے۔

لعن طعن سے بڑھ کر ضروری ہے کہ اہل علم وتحقیق اپنے دیگر مصروفیات کو موخر کرکے ایسے لچر روایات کو درایتی تجزیوں کے ذریعہ رد کریں کہ جو من جانب اللہ عطا کردہ رتبہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مرتبہ امیر المومنین سید الاوصیاء علیہ السلام پر حملہ آور ہوتے رہتے ہیں۔ تاکہ یہ روز روز کا قصہ تمام ہو جائے۔ دراصل یہ اسرائیلیات ہیں جو اسلامی کتب میں یہودیوں اور بنی امیہ کی سازش کے ذریعہ در آئیں ہیں۔ مذکورہ روایت کے راوی جتنے راویان ہیں وہ غیر معتبر اور دشمنان اہل بیتؑ میں سے ہیں جن کی گواہ حضرات اہل سنت کی کتب رجال ہیں۔ ایسی ہی غیر معتبر روایات سے استعمار فائدہ اٹھا رہا ہے۔ مذکورہ مضمون اور اس کی اشاعت ردعمل میں بے انتہا فحش گوئی ان سب کا ریموٹ کنٹرول ایک ہی ہاتھ میں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ امت مسلمہ آپس میں ٹکرا کر چور چور ہو جائے۔

اسی طرح تحریف کردہ قرآن مجید کا نسخہ وزیر اعظم کو بھیجنا یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ قرآن کے سوروں اور آیتوں میں ردوبدل کوئی معمولی علم والا نہیں کرسکتا جب تک اس کے پس پشت کچھ ایسے افراد نہ ہوں جو قرآن کا شدبد رکھتے ہوں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام دشمن طاقتوں کی کارستانیاں کہاں تک پہنچ رہی ہیں۔ اب اس کارروائی پر زیادہ ردعمل کے بجائے یہ دیکھنا ہوگا کہ وزیر اعظم کا فیصلہ کیا ہوتا ہے۔ اس پر معاملہ کی نوعیت کا اندازہ ہوگا۔ اہل اقتدار کے لئے یہ سوالیہ نشان برقرار رہے گا کہ ذرا ذرا سی بات پر لوگوں کو گرفت میں لینے والی حکومت اتنی بڑی بڑی جسارتوں پر ایک شخص پر باوجود مواد ہونے کے قانونی کارروائی کیوں نہیں کر رہی ہے۔

میری تحریر بالا کا کچھ حصہ بشکل مراسلہ اصلاح گروپ اور پھر صحافت میں شائع ہونے کے بعد مجھے اطمینان ہوا کہ اہل علم وتحقیق نے قلم اٹھایا مولانا پیغمبر عباس نوگانوی کا بہترین محققانہ مضمون سامنے آیا جو اس اشاعت میں شامل ہے۔ اسی طرح خطیب نہج البلاغہ مولانا قنبر علی رضوی نے ایرانی ویب سائٹ کے حوالے سے تحقیقی مضمون قلم بند کیا ہے۔ عالمی حالات کے تناظر میں رجب علی حیدری اور کا مضمون بھی سامنے آچکا ہے مولانا سید محمد سعید نقوی کا تفصیلی مضمون اس موضوع پر یقیناً تشفی بخش ثابت ہوگا جو فی الحال "اصلاح گروپ" پر موجود ہے۔ مولانا مراد رضا رضوی آیہ کریمہ لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنتُمْ سُكَارَىٰ کی شان نزول پر تحقیقی مضمون قلم بند کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ انشاء اللہ آئندہ اہل علم وتحقیق رد باطل کے لئے آمادہ ومتوجہ رہیں گے۔ معبود ان سب حضرات کو توفیقات خیر سے نوازتا رہے۔ اس سلسلے میں جناب شوکت بھارتی کی کوششیں بھی لائق ستائش ہیں۔

افغانستان میں دہشت گردی: جو مسلم دہشت گردی کا نشانہ رہتے ہیں ان افغانستان بھی ہے آئے دن دہشت گردانہ حملوں اور بم دھماکوں کی اطلاعات آتے ہیں۔ ۱۰ مئی کو ایک دہشت گردانہ حملہ شیعوں کی علمی درسگاہ نسواں سید الشہداء پر ہوا۔ جس میں ۶۸ طالبات اور ان کی ٹیچر شہید ہوگئیں۔ یقیناً یہ سرگرم ان دہشت گردوں کی کاروائی ہے کہ در پردہ جن کو مغرب کی سرپرستی حاصل رہتی ہے۔ اہل اسلام کے بعض افراد کو اس میں ملوث ہونے کے بجائے عالم اسلام کو دہشت گردی کے خلاف صف آرا ہو جانا چاہئے۔

کووڈ ۱۹ کا قہر: ساری دنیا کو اتھل پتھل کر دینے والی وبا کووڈ ۱۹ کی دوسری لہر نے ہمارے ملک عزیز ہندوستان کو زبردست تباہی کا شکار بنا دیا۔ عام نظریہ ہے کہ ۲۰۱۹ء میں یہ وبا چین کے ووہان سے ابھری تھی اور پوری دنیا پر چھا گئی۔ اگرچہ چین کا دعویٰ ہے کہ اس وبا نے

ISSN No.2455-636X

امریکہ کے ایک علاقے سے سر ابھارا تھا۔اس وبا سے جلد چھٹکارہ ملنے کے امکانات نظر نہیں آرہے ہیں ہندوستان سمیت دیگر ممالک نے بھی ویکسین تیار کرلی ہے جس سے اس وبا کے زور کو کم کیا جاسکتا ہے۔جن ممالک نے بالخصوص ہندوستان نے یہ کام انجام دیا ہے وہ قابل تعریف ہے لیکن یہ وبا رنگ بدل بدل کر سامنے آرہی ہے کبھی اس کا برطانیہ روپ سامنے آتا ہے اور کبھی سنگاپور روپ قہر برپا کرتا ہے۔کبھی اسی کی ذیلی بیماری 'بلیک فنگس' وہائٹ فنگس' کا خوف عوام کو پریشان کر دیتا ہے۔حیرت کی بات یہ ہے کہ کووڈ ۱۹ کی پہلی لہر میں ان ذیلی بیماریوں کا کوئی پتہ بھی نہیں تھا، اور اب دوسری لہر میں نامعلوم کہاں سے یہ نمودار ہوگئیں، اسی سے شبہہ ہوتا ہے کہ کوئی عالمی سازش تو نہیں دنیا کو تباہ کررہی ہے؟ گزشتہ سال بیماری کی شدت نے لوگوں کو لاپرواہ بنا دیا تو حکومتیں بھی اس اطمینان میں رہیں کہ جو ہونا ہے ہوچکا یہ دوسری لہر جب بہت طاقتور بن کر آئی تو انتظامات بھی متاثر ہوئے بے احتیاطی یہ کہ الیکشن اور دیگر اجتماعات کے مواقع نے وبا کے گراف کو آسمان پر پہونچادیا۔یہاں تک کہ سپریم کورٹ اور بعض صوبوں کے ہائی کورٹ کو بار بار حکومتوں کو متوجہ کرنا پڑا۔اس دوران علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ڈیڑھ مہینے کے اندر ۳۰؍ پروفیسر اور تقریباً اتنے ہی کے آس پاس شعبوں سے متعلق دیگر افراد کی موت نے ہلچل مچادی ہے۔وی سی نے حکومت کو متوجہ کیا اس صورت حال پر جانچ بیٹھانے کا مطالبہ سر اٹھا رہا ہے اس لئے کہ دیگر یونیورسٹیز کے مقابلے میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور جامعہ ملیہ اسلامیہ میں غیر معمولی موتیں ہوئیں ہیں تحقیق کی ضرورت ہے کہ یہ اتفاق ہے یا اس میں کسی نادیدہ ہاتھ کا ہاتھ ہے۔دانشوروں کی موت ملک کا نقصان ہے چاہے وہ جس مذہب و مسلک کے ہوں۔یوپی کے وزیر اعلیٰ نے ۱۲؍ مئی کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا دورہ کیا جو ایک غیر معمولی دورہ تھا انہوں نے وہاں کے لوگوں کے لئے صفائی ستھرائی کی ہدایت کی جو تحصیل حاصل ہے ورنہ خواہ مخواہ یہ غلط تاثر جائے گا کہ یہ لوگ گندے رہتے ہیں اس لئے ایسا ہوا۔اگر رویت ہوجاتی تو اس دن عید بھی ہوتی اور ہمارے وزیر اعلیٰ امکان یہی ہے کہ عید کی مبارک باد بھی دے دیتے لہٰذا ان پر سے یہ الزام ہٹ جاتا کہ مسلم تہواروں کو اہمیت نہیں دیتے مگر رویت ہی نہیں ہوئی۔ان سے پہلے یوپی کے سابق وزیر اعلیٰ آنجہانی نارائن دت تیواری نے اس یونیورسٹی کا دورہ کیا تھا۔

وبا کا قہر اپنی جگہ لیکن انسانیت دشمنوں نے اس وبا کے بہانے اپنے مذموم عزائم کو پورا کرنے کا بھی موقع نکال لیا۔مہنگے سے مہنگے انجکشن فروخت کئے گئے دواؤں کی کالا بازاری ہوئی، ظاہر ہے دواساز کمپنیوں کو خوب فائدہ ہوا۔بابا رام دیو نے ایلوپیتھک علاج ہی پر سوالات اٹھا دیئے خود ایک دوا کورونیل تیار کی اور اس کو شہرت دی۔مذہبی اعتقادات نے بھی غیر ضروری مداخلت کی، کچھ لوگوں نے پیپل کے نیچے اور پیپل کے اوپر بسیرا کیا، ایک متنازعہ خاتون ممبر پارلیمنٹ نے یہ کہہ دیا کہ مجھے یہ وبا اس لئے نہیں ہوئی میں گائے کا پیشاب پیتی ہوں، اگر دوسرے بھی ایسا کریں تو وہ بھی کورونا سے محفوظ رہیں گے۔

یہ طے شدہ ہے کہ یہ وبا کسی سازش کا نتیجہ ہے جو چین سے ابھری ہو یا چین کے بقول امریکہ سے ابھری ہو یا بقول ایک جاپانی نوبل انعام یافتہ سائنس داں یہ اسرائیل کی کارستانی ہے وہ تو اس پر بھی آمادہ ہیں کہ اگر میرا نظریہ غلط ثابت ہو تو میرا نوبل انعام واپس لے لیا جائے یا میرے مرنے کے بعد میرا دعویٰ غلط ثابت ہو تو بھی میرا نوبل انعام واپس لے لیا جائے۔دو چیزیں بہت ضروری ہیں کہ دنیا بھر کی میڈیکل سائنس یک جٹ ہوکر اس کا قطعی علاج تلاش کرے اور دوسری یہ کہ اصل سازشی کون ہے۔وہ ملک ہو یا افراد انہیں عالمی عدالت میں کھینچ کر سخت سزا دی جائے اس لئے کہ انسان و انسانیت کا قتل کوئی معمولی بات نہیں۔ڈبلیو ایچ او جس پر گزشتہ ٹرمپ حکومت نے الزام عائد کئے تھے اس کی کارکردگی کا بھی گہرائی سے جائزہ لینا ضروری ہے اس شرط کے ساتھ اس سلسلے میں اس کے جو ہدایات ہیں ان پر عمل کرنے میں کمی نہ کی جائے۔ابھی سے یہ دعویٰ کیا جارہا ہے کہ تیسری لہر اور زیادہ خطرناک ہوگی اس سے بچے زیادہ متاثر ہوں گے۔۔۔ **بقیہ صفحہ 21 پر**

ISSN No.2455-636X

دل کی حکمتیں اور اُس کے سوراخ پھیپھڑے کے سوراخوں کے سامنے کیوں ہیں؟

اے مفضل! اب میں تم سے کچھ دل کا حال بیان کرتا ہوں، جان لو کہ اس میں بہت سے سوراخ (باریک مسامات) اُن سوراخوں کے سامنے ہیں جو پھیپھڑے میں واقع ہیں جو کہ دل کا پنکھا ہے۔ (دل کی گرمی اور بخارات کو دور کرتا رہتا اور اُسے آرام دیتا رہتا ہے) اگر یہ سوراخ ہٹ جائیں اور ایک دوسرے کے سامنے نہ رہیں تو کبھی ہوا دل میں نہ پہونچ سکے اور انسان مرجائے۔ کیا کسی باعقل و ہوش آدمی کی عقل اجازت دے سکتی ہے کہ وہ اس بات کا دعوٰے کرے کہ یہ ترکیب بغیر بنائے خود بخود بن گئی، اور کیا اس کا دل اُسے اِس بات کے کہنے سے نہ روکے گا؟ (یا اُس کا نفس اس بات کی گواہی نہ دے گا کہ ایسا کہنا بے عقلی کی بات ہے)۔

اے مفضل! اگر تم دروازے کے دو کواڑوں میں سے ایک کو دیکھو جس میں کُنڈا لگا ہو۔ تو کیا تم کو یہ خیال ہوگا کہ یہ یوں ہی بنایا گیا ہے؟ بلکہ تم یقیناً اس بات کو جان لوگے کہ وہ بنایا ہوا ہے اور کسی دوسرے کواڑ سے ملایا جائے گا۔ تاکہ اُدونوں کے اجتماع سے کسی قسم کا فائدہ ہو۔

اسی طرح تم ترجیوان کو پاؤ گے کہ وہ کسی جوڑے کا ایک فرد ہے جو مادہ کے لیے بنایا گیا ہے تاکہ دونوں ہم صحبت ہوں اس لیے کہ اِس میں بقائے نسل ہے (اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بڑے مدبر حکیم نے نہایت دانائی سے سمجھ کر کہ مرد کو مردانہ آلات دیے جائیں اور عورت کو زنانہ، تاکہ دونوں کے اجتماع سے بقائے نسل رہے ورنہ صرف مادہ میں یہ تمیز کہاں تھی کہ ایسا سمجھ کر مرد اور عورت علیحٰدہ علیحٰدہ بناتا اور ہر ایک کے لیے اس کے مناسب آلات پیدا کرتا)

پس اللہ تعالیٰ اُن کو ہلاک کرے جو فلسفی بننے کا دعوٰے کرتے ہیں پھر کیوں کر اُن کے دل اس عجیب و غریب خلقت اور ساخت کے دیکھنے سے اندھے ہوگئے ہیں جس سے انھوں نے انکار کر دیا کہ خلقتِ عالم میں کسی مدبر کی تدبیر ہی نہیں اور کسی ارادے والے کا ارادہ ہی نہیں (بلکہ جہان آپ سے آپ پیدا ہوگیا ہے۔)

دیکھو! اگر مرد کا عضوِ تناسل مسترخی ہوتا تو کیونکر رحم کے قعر تک پہونچ سکتا، اور کیونکر اُس میں نطفہ ڈال سکتا۔ اور اگر ہمیشہ ایستادہ ہی رہتا تو آدمی کیسے بچھونے پر کروٹ لیتا اور مجمع میں کیونکر چل سکتا، جبکہ ایک چیز اُس کے آگے تنی ہوئی کھڑی رہتی (تو معلوم ہوا کہ کسی حکیم نے خاص حکمت سے اِس عضو کو ایسا پیدا کیا ہے کہ صرف ضرورت کے وقت تو ایستادہ ہو ورنہ باقی اوقات میں سمٹا رہے تاکہ مذکورہ بالا فوائد حاصل ہوسکیں)

پھر علاوہ بدہیئت اور بدنما ہونے کے اس میں ایک خرابی یہ بھی ہوتی کہ ہر وقت مرد، عورتوں کی شہوت میں تحریک پیدا ہوتی رہیں۔ تو اللہ جل اسمہ، نے ایسا بنا دیا کہ اُس کا زیادہ حصہ ہر وقت آنکھوں کے سامنے نہ رہے اور نہ مرد کو اُس میں کچھ زحمت ہو۔ بلکہ صرف ضرورت کے وقت اس میں سیدھے کھڑے ہو جانے کی قوت دی گئی۔ کیونکہ یہ مقدر کر دیا گیا ہے کہ اس میں نسل کا دوام و بقا ہے۔

اے مفضل! ذرا عبرت کی نظر سے دیکھو کہ انسان کے کھانے پینے اور اس کی تکلیف کے بآسانی دفع ہو جانے میں کتنی بڑی نعمت پروردگار

ISSN No.2455-636X

عالم کی ہے۔ کیا کسی مکان کے بنانے میں یہ خوبی اندازہ نہیں ہے کہ بیت الخلاء ایسے مقام پر بنایا جائے جو محفوظ جگہ ہو؟ تو اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اُس سوراخ کو جو خلاء (رفع حاجت) کے واسطے انسان کے لیے بنایا ہے وہ بھی اُس کے ایسے مقام پر قرار دیا ہے جو بہت ہی پوشیدہ ہے اُسے کھلا ہوا اور ظاہر اُس کے پیچھے نہیں بنایا اور نہ اُبھرا ہوا، اُس کے سامنے، بلکہ وہ بدن کے ایک پوشیدہ حصے میں مخفی و مستتر اور باپردہ واقع ہے۔ جس پر دونوں رانیں ملی ہوئی ہیں اور دونوں سُرین اپنے گوشت سے اُسے چھپائے ہوئے ہیں۔ جب آدمی کو رفع حاجت کی ضرورت ہوتی ہے اور اُس خاص نشست سے بیٹھتا ہے تو اُس کا وہ منفذ جاری ہوتا ہے اور ثقل کے دفع کے لیے تیار ہو جاتا ہے (ورنہ بند رہتا ہے)۔

فتبارك الله من تظاهرت آلائه ولا تحصى نعمائه۔

ڈاڑھ کے دانتوں کی حکمت: اے مفضل! اِن ڈاڑھ کے دانتوں پر غور کرو جو آدمی کے منہ میں بنائے گئے ہیں۔ بعضے تو تیز ہیں جو غذا اور طعام کے کاٹنے اور کترنے کا کام دیتے ہیں اور بعضے چوڑے ہیں جو چبانے اور ریزہ ریزہ کرنے کا کام دیتے ہیں۔ ان دونوں قسم کے دانتوں کی چونکہ اُسے ضرورت تھی لہٰذا اس میں کمی نہیں کی گئی۔ (کیا طبیعتِ لاشعور یہ بھی یہ بات سمجھ سکتی ہے کہ آدمی کے واسطے ایسی ضرورت پڑے گی لہٰذا اُس کے لیے ایسے دانت بنانے چاہئیں۔ کیا اُس میں یہ ادراک وتمیز ہے؟)

بالوں اور ناخنوں کی حکمتیں: غور کرو اور سمجھو کہ بالوں اور ناخنوں کا مُونڈنا اور کٹنا کیوں بہتر ہے اور اس میں کیا حکمت ہے۔ چونکہ یہ دونوں بڑھتے اور زیادہ ہوتے رہتے ہیں اس لیے ضرورت پڑی کہ اُس کے اوپر اوپر کے حصے میں تخفیف کی جائے۔ لہٰذا یہ بے حس بنائے گئے تاکہ آدمی کو اس کے کٹوانے میں تکلیف نہ ہو اور اگر بال اور ناخنوں کے کترنے میں تکلیف محسوس ہوتی تو آدمی دو قسم کی زحمتوں کے درمیان پھنس جاتا، یا تو چھوڑ دیتا کہ بڑھا کریں، تو حد سے زیادہ بڑھ جاتے اور اُسے بار معلوم ہوتا، یا کٹواتا تو اُسے تکلیف محسوس ہوتی۔

مفضل کہتے ہیں، کہ میں نے عرض کی تو ایسے کیوں نہ بنائے گئے کہ بڑھتے ہی نہیں، کہ انسان کو اُس کے کٹانے کی ضرورت پڑے۔

امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، بیشک اللہ تعالیٰ وتبارک کی بندوں پر اس امر میں بہت نعمتیں ہیں جنھیں وہ نہیں جانتے، اگر جانتے تو اُس پر خدا کا شکریہ ادا کرتے۔

معلوم کرو کہ بدن کے امراض وتکالیف انھیں بالوں کے ذریعے سے دفع ہوتے ہیں جو اپنے مسامات سے نکلتے ہیں (بخارات اور پسینے انھیں مسامات سے نکلتے ہیں، خود یہ بال بھی وہی بخارات ہیں جو تحت الجلد محتبس ہوتے ہیں)۔ اور انگلیوں کے امراض ان ناخنوں کے ذریعے سے دفع ہوتے ہیں اِسی لیے تو نورہ لگانے سر منڈانے ناخن ترشوانے کا ہر ہفتہ میں حکم دیا گیا ہے۔ تاکہ بال اور ناخن جلد جلد نکلیں اور بیماریاں اُن کے نکلنے سے دفع ہوں، اور جب یہ بڑھ جاتے ہیں تو امراض وآلام متحیر رہ جاتے ہیں اور کم نکلتے ہیں تو بیماریاں بدن میں محتبس ہو جاتی ہیں اور وہ طرح طرح کے درد اور امراض پیدا کرتی ہیں۔

اور باوجود اس کے اُن مقامات میں بال نہ اُگنے دیے جہاں انسان کو نقصان پہونچتا۔ اگر آنکھوں کے اندر بال اُگتے تو کیا وہ اندھا نہ ہو جاتا؟ اور اگر منہ کے اندر بال نکلتے تو کیا اس کے کھانے پینے میں لقمہ اور پانی نہ رُکتا۔ اگر ہتھیلیوں میں بال پیدا ہوتے تو کیا اُس کی قوتِ لامسہ کو نہ روکتے، اور کیا اچھی طرح چھو کر دریافت کرنے سے باز نہ رکھتے، اور بعض کاموں میں خلل انداز نہ ہوتے؟ اور اگر عورت کی فرج میں بال اُگتے یا مرد کے عضوِ تناسل پر، تو کیا اُن کی لذتِ مجامعت کو نہ کھو دیتے؟

تو دیکھو! کہ کیونکر ان مقامات میں بال نہ پیدا ہوئے۔ کیونکہ اس میں مصلحت تھی۔ (کیا طبیعت بھی ان حکمتوں کو سمجھ سکتی ہے یا اس طرح کے افعال با حکمت طبیعت کی طرف منسوب کیے جا سکتے ہیں؟ افسوس ان دہریوں پر اور اُن کی نافہمی پر) پھر یہ بات کچھ انسان ہی میں خاص نہیں،

ISSN No.2455-636X

بلکہ بہائم اور درندوں اور تمام ان جانوروں میں بھی ایسا ہی پاؤ گے جن کی نسل کا بڑھنا صحبت و جماع پر موقوف ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ ان کے تمام جسم تو بالوں سے ڈھانکے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور خاص یہ مقامات اُس سے خالی ہوتے ہیں۔ اس میں بھی تو یہی سبب ہے۔ پس غور کرو اس خلقت کے معاملے کو دیکھو کہ کس طرح غلطی اور ضرر کے طریقوں سے بچایا ہے اور کس طرح ٹھیک درست اور با نفع پیدا کیا ہے؟

ان مانویوں (مانوی ایک فرقہ ہے مجوسیوں کا جو حکیم مانی کی طرف منسوب ہے) اور ان کے امثال نے جب یہ کوشش کی کہ پیدائش (عالم میں) اور بقصد و ارادہ پیدا ہونے میں عیب نکالیں تو انھوں نے یہ عیب نکالا کہ پیڑو پر اور بغلوں کے نیچے بال کیوں پیدا ہوئے، اور اس بات کو نہ سمجھے کہ یہ اُس رطوبت کی وجہ سے ہے جو ان مقامات کی طرف بہہ کر آتی ہے۔ اس سبب سے وہاں بال پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے پانی کے جمع ہونے کے مقامات میں گھاس پیدا ہو جاتی ہے۔ کیا تم اُن مقامات کو نہیں دیکھتے بہ نسبت اور مقامات کے کہ کس قدر ان فضلات کے جمع کرنے کے لیے آمادہ ہیں اور انھیں پوشیدہ رکھتے ہیں۔ (یعنی کس قدر پیڑو کے نیچے رطوبات جمع رہتی ہیں)؟

پھر ان میں یہ بھی حکمت ہے کہ جہاں آدمی کو اپنے بدن کے متعلق کچھ مشقت اور تکلیف اٹھانی پڑتی ہے، ان مشقتوں میں سے ایک یہ بھی قرار دی گئی ہے۔ کیونکہ اس میں مصلحت ہے اس لیے کہ جتنی دیر وہ اپنے بدن کی صفائی اور بالوں کے دور کرنے میں مصروف رہے گا، اتنی ہی دیر اپنے حرص و ظلم اور نخوت (اشر) اور بیہودگی سے بچا رہے گا، اور ان امور کا اس کو موقع نہ ملے گا۔

لعابِ دہن کی حکمت: اے مفضل! غور کرو لعاب دہن (تھوک) کو اور دیکھو کہ اس میں کیا مصلحت ہے۔ یہ ایسا بنایا گیا ہے کہ ہر وقت منہ کے اندر جاری رہتا ہے تاکہ حلق اور تالو کو تر رکھے کہ یہ خشک ہونے نہ پائیں، کیونکہ اگر تالو اور منہ خشک رہتے تو آدمی مرجاتا اور پھر یہ بھی ہوتا کہ کھانا بھی نہ کھا سکتا۔ جب کہ منہ میں وہ رطوبت ہی نہ ہوتی جو اسے اندر کی طرف لے جائے۔ یہ ایک ایسی بدیہی بات ہے جس پر مشاہدہ خواہ گواہ ہے اور جانو کہ رطوبت غذا کا مرکب ہے اور کبھی یہی رطوبت دہن پیٹ پر بھی بہہ کر جاتی ہے اور اگر پتہ خشک ہو جاتا تو آدمی مرجاتا۔

پیٹ بند کیوں بنایا گیا؟ چند جاہل متکلمین اور کم عقل فلسفہ کے مدعیوں نے اپنی کم فہمی اور قصورِ علم سے یہ کہہ دیا کہ اگر آدمی کا پیٹ ایسا بنایا جاتا جیسے قبا ہوتی ہے کہ جب طبیب چاہتا کھولتا اور جو کچھ اس کے اندر ہے اسے دیکھ لیتا اور اپنا ہاتھ اس میں ڈال سکتا، اور جب مرض کا علاج کرتا تو یہ اس سے بہتر ہوتا کہ بند رہے اور ننگا ہوں اور ہاتھ سے مخفی بنایا گیا ہے۔

اب جو اس کے اندر بیماری ہے اس کا حال باریک علامتوں سے معلوم ہوتا ہے مثلاً قارورہ دیکھنا، نبض پر ہاتھ رکھنا یا ایسی ہی اور باتیں جن میں اکثر غلطی اور شبہ بھی ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بسا اوقات یہ غلطی نبض و قارورہ شناسی میں موت کا باعث ہو جاتی۔

کاش یہ جاہل مدعیانِ فلسفہ و کلام یہ جانتے کہ اگر ایسا ہوتا تو آدمی کو موت اور بیماری کا ڈر ہی نہ رہتا۔ (جہاں کچھ بیماری ہوئی فوراً پیٹ کو کھول کر دیکھ لیا اور جو کچھ اس میں سبب مرض ہے اسے نکال کر دور کر دیا کیونکہ وہ قبا کے پردوں کی طرح تو بنا ہی ہوا ہے۔) اور انسان کو اپنی بقا اور عدم موت کا خیال ہونے لگتا اور اپنی سلامتی پر مغرور ہو جاتا۔ اور اس کی وجہ سے اُن میں سرکشی اور نخوت پیدا ہو جاتی۔

پھر یہ بھی ہوتا کہ پیٹ کے اندر کی رطوبت ٹپکتی رہتی اور بہا کرتی تو آدمی کی نشستگاہ اور خوابگاہ اور نفیس کپڑے اور زینت کے لباس جب خراب ہوئے رہتے۔ بلکہ اس صورت میں اس کا عیش تنگ ہو جاتا۔

پھر یہ بھی ہے کہ معدہ اور جگر اور دل جو اپنا اپنا فعل کرتے ہیں تو صرف اُس حرارت غریزیہ کے سبب سے کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے پیٹ کے اندر پیدا کر رکھا ہے۔ پس اگر پیٹ میں کھلنے کے در ہوتے جس سے نظر اور ہاتھ اس کے علاج کے لیے اندر جا سکتے تو ہوائی برودت پیٹ کے اندر پہونچ جاتی اور حرارت غریزیہ سے مخلوط ہو جاتی تو باطنی اعضاء کا عمل بھی بگڑ جاتا پھر تو آدمی ہی جاتا۔

کیا نہیں دیکھتے ہو (اے مفضل) کہ اصل خلقت اور اصل ساخت کے خلاف جو خیالات پیدا ہوتے ہیں محض غلط اور فاسد ہوتے ہیں۔ (جاری)

ISSN No.2455-636X

(۳)

الشِّرکُ بِاللہِ

شہید علامہ سید عبدالحسین دستغیب شیرازیؒ

مخلوق کی مدح میں پوشیدہ شرک: حضرت امام جعفر صادق (علیہ السلام) سے تفسیر آیہ مبارکہ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ۔ (سورہ یوسف، آیت ۱۰۶) "اور اکثر لوگوں کی یہ حالت ہے کہ وہ خدا پر ایمان نہیں لاتے مگر شرک کیے جاتے ہیں" شرک کے بارے میں فرمایا کہ شرک کی اقسام میں سے ایک یہ ہے:

کہ کوئی شخص کہے جائے اگر فلاں آدمی نہ ہوتا تو میں ہلاک ہو جاتا۔ اگر فلاں شخص نہ ہوتا تو فلاں چیز مجھے مل جاتی اور اس طرح کہا جائے اگر فلاں نہ ہوتے تو میرے بال بچے تلف ہو جاتے۔ (بحار الانوار) ۔اس قسم کی عبارتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ بولنے والے کے عقائد بھی ایسے ہیں۔ اگر حقیقت میں ایسا اعتقاد رکھتا ہے تو وہ مشرک ہے اس کے بعد آنحضرتؑ نے فرمایا اگر کوئی یوں کہے: خداوند عالم نے فلاں آدمی کے ذریعے مجھ پر احسان نہ کیا ہوتا تو میں ہلاکت میں پڑ تا تو اس صورت میں کوئی حرج نہیں بلکہ یہ عین توحید ہے۔

حضرت امام صادق (علیہ السلام) اور سائل شکور: مسمع بن عبدالملک سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق (علیہ السلام) منیٰ میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک سائل خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے کسی کو حکم دیا کہ اسے انگور کا ایک خوشہ دیا جائے۔ سائل نے عرض کیا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ اگر پیسہ ہے تو دیا جائے۔ پس آنحضرت نے فرمایا: "اللہ تجھے وسعت دے"۔ مگر کچھ دیا نہیں۔ اس کے بعد دوسرا سائل خدمت میں حاضر ہوا۔ آنجناب نے تین دانہ انگور دست مبارک سے اٹھا کر اسے مرحمت فرمایا۔ سائل نے اٹھا لیا اور کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ الَّذِيْ رَزَقَنِيْ "ساری حمد و ثنا تمام عالم کے پرودگار کے لیے ہے جس نے مجھے روزی عطا کی۔

فرمایا: ٹھہر جاؤ! دونوں دست مبارک ہتھیلیوں تک انگور کے دانوں سے پُر کر کے دو مرتبہ اور دیا۔ سائل دوبارہ شکر خدا بجالایا۔ آنحضرت (علیہ السلام) نے پھر فرمایا: ذرا اور ٹھہر جا۔ جب وہ کھڑا رہا تو آپ نے اپنے غلام سے دریافت فرمایا تیرے پاس کتنے پیسے موجود ہیں؟ عرض کیا تقریباً بیس درہم۔ آپ نے سائل کو دے دیئے۔ اس نے اٹھا کر کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ هٰذَا مِنْكَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ

"ساری تعریفیں تمام عالم کے پروردگار کے لیے مخصوص ہیں۔ خدایا! یہ روزی تیری طرف سے ہے۔ تو یکتا ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔"

چوتھی مرتبہ فرمایا: ابھی ٹھہر جاؤ۔ اپنی قمیض اتار کو اُسے دی اور فرمایا: اسے پہن لو۔ سائل نے اُسے پہن لیا اور اس خدا کا شکر ادا کیا جس نے اُسے لباس دیا اور خوش و خرم کیا۔ اس وقت سائل نے حضرت کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اے بندہ خدا اللہ تعالیٰ تجھے اچھا صلہ عطا کرے اور روانہ ہو گیا۔

مسمع راوی کہتا ہے اگر سائل امام (علیہ السلام) کی طرف متوجہ نہ ہوتا اور صرف خدا کی حمد بجالاتا تو آپ مزید عطیہ کا سلسلہ جاری رکھتے۔

توحید اور توکل: یاد رکھیئے! تمام اسباب سبب پیدا کرنے والے (مسبب) کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔ اس لئے موحد (یکتا پرست) کو چاہیئے کہ اپنے سارے امور میں خواہ وہ منفعت حاصل کرنے سے تعلق رکھتے ہوں یا ان کا ضرر و نقصان دور کرنے کا واسطہ ہو۔ ہر حالت میں اس کی

ISSN No.2455-636X

امیدیں فقط اپنے پروردگار سے وابستہ ہونی چاہئیں۔ اسے جاننا چاہیئے کہ تمام اسباب ارادہ خدا کے ماتحت ہیں۔ اگر خیر کے تمام اسباب اس کے لیے فراہم ہو جائیں مگر خدا نہ چاہتا ہو تو محال ہے کہ اسے کوئی خیر پہنچ جائے۔ اس طرح تمام ظاہری اسباب کے سلسلے اس سے کٹ جائیں اور خدا فراہم کرنا چاہتا ہو تو کسی صورت فراہمی کا سبب پیدا کردے گا۔

اگر ضرر پہنچانے کے تمام اسباب اکٹھے ہو جائیں لیکن خدا اسے محفوظ رکھنا چاہتا ہو تو کوئی شر اسے چھو نہیں سکتا۔

توحید اور تسلیم: موحد کو چاہیئے کہ تمام مقدرات الٰہیہ کے سامنے بلا چوں و چرا سر تسلیم خم کردے اور امور تکوینی مثلاً عزت و ذلت، صحت و مرض، غنا و فقر، موت و حیات اور امور تکلیفیہ جیسے واجبات و محرمات کے امور میں دل و زبان سے کسی قسم کا اعتراض اور انکار ہرگز نہ کرے۔ اور ان امور میں اپنی فکر و نظر کا اظہار بھی نہ کرے۔ مثلاً ایسا کیوں ہوا؟ اس طرح ہونا چاہیئے تھا۔ یا یوں کہیے: "بارش کیوں نہیں ہوئی، ہوا اس قدر گرم کیوں ہوئی۔" یا یہ کہنا کہ اللہ نے مجھے مال یا اولاد کیوں نہیں دی۔ فلاں جوان کیوں عنفوان جوانی میں مرگیا اور فلاں بوڑھا رہا؟ اللہ نے اس چیز کو واجب اور اس کو حرام کیوں قرار دیا۔ اس طرح کی باتیں بنانے والا درحقیقت خدا کی الوہیت اور اس کی ربوبیت میں اپنے کو شریک قرار دیتا ہے۔

"اگر کچھ لوگ یکتا خدا کی، جس کا کوئی شریک نہیں، عبادت کریں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ بھی دیں اور خانہ خدا کا حج بھی بجالائیں اور ماہ رمضان کا روزہ بھی رکھیں۔ اس کے بعد ان احکام کے متعلق جو اللہ تعالیٰ نے یا پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ) نے فرمائے ہیں اعتراض کریں اور کہیں: ایسا کیوں نہیں کیا؟ یا دل میں تصور کریں اگرچہ زبان سے اقرار نہ بھی کریں پھر بھی وہ مشرک ہوں گے۔ اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی: پس اے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ) تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ سچے مومن نہ ہوں گے تاوقتیکہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تم کو اپنے حاکم (نہ بنائیں) پھر (یہی نہیں بلکہ) جو کچھ تم فیصلہ کرو اس سے کسی طرح دل تنگ بھی نہ ہوں بلکہ خوش خوش اس کو تسلیم کرلیں (اور اعتراض نہ کریں)۔ (سورہ نساء، آیت ۶۵) اس کے بعد امام صادق (علیہ السلام) نے فرمایا تم پر لازم ہے کہ تسلیم کرو"۔ (اصول کافی کتاب الایمان والکفر۔ باب الشرک باب حدیث ۶)

علامہ مجلسی شرح کافی میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ جو کچھ خدا کرتا ہے اس سے ناراضگی کا اظہار کرنا اور جو کچھ آئمہ اطہار (علیہم السلام) سے صادر ہو اس کو تسلیم نہ کرنا شرک ہے۔

بنا بر ایں جب اہل توحید مصیبت و بلا میں گرفتار ہو جائیں تو اپنی زبان اور دل کو قضائے الٰہی کے بارے میں اعتراض کرنے سے روکنا واجب ہے۔ البتہ عزیزوں اور دوستوں کی موت پر گریہ و فریاد کرنا جائز ہے بلکہ پسندیدہ ہے۔ لیکن اعتراض کے طور پر کہنا: یہ کیوں ہوا؟ ایسا نہیں ہونا چاہیئے تھا، سراسر حرام ہے۔

توحید اور محبت: خدائے واحد کے پرستار کو یقین کے ساتھ جاننا چاہیئے کہ پروردگار عالم خود اس کا اور سارے موجودات کا حقیقی منعم ہے۔ اور جو جو چیزیں جہاں سے اور جس سے اس کو ملتی ہیں خدا ہی کا فضل و کرم ہیں۔ اور ظاہری اسباب و علل بھی اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہیں۔ پس دلی محبت اور دوستی کی سزاوار بھی اس کی ذات ہے۔ سوائے ذات خدا کے اور کسی سے بلا واسطہ دوستی نہیں رکھنی چاہیئے۔ ہاں اگر کسی سے دوستی کا رشتہ باندھنا منظور ہو تو اس لحاظ سے کہ وہ شخص "محبوب خدا" ہے۔ اور بس حب محبوب خدا حب خدا است۔ چونکہ اس کی دوستی عین محبت خدا اور حکم خدا ہے جیسا کہ انبیاء و آئمہ (علیہم السلام) اور مومنین سے محبت کرنا۔

یا اس لیے کسی نعمت الٰہی سے قلبی ملاپ پیدا کرنا کہ یہ عطیہ پروردگار ہے تاکہ اس کے حصول سے وہ شکر خدا بجالائے جس سے قرب الٰہی اور اس کی خوشنودی بھی حاصل کرسکتا ہے۔ مثلاً اہل و عیال اور مال و حیات دنیوی سے محبت کرنا عبادت پروردگار ہے۔ اس

ISSN No.2455-636X

کے برعکس خوشنودی خدا کو نظر انداز کر کے براہ راست ان سے یا کسی چیز سے محبت کرے تو فرد شرک میں مبتلا ہوتا ہے۔ اگر غیر خدا کی دوستی زیادہ شدت سے ہو اور خدا کی محبت نسبتاً کم ہو، یہاں تک کہ دونوں محبتوں کے تصادم کی صورت میں غیر خدا کی دوستی کو ترجیح دیتا ہو تو شرک کے علاوہ حرام بھی ہے۔ اس لیے وہ عذاب کا مستحق ہے۔ مثلاً کسی کے دل میں خدا سے زیادہ مالِ دنیا کی محبت ہو لہٰذا اس کے لیے ممکن نہیں کہ حکم خدا کے مطابق واجبات مالی ادا کرے۔ اس بارے میں بہت سی قرآنی آیتیں اور احادیث وارد ہیں۔ بطور مختصر دو روایتیں نقل کی جاتی ہیں:

(۱): "کسی نے حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق (علیہ السلام) سے اس آیہ مبارکہ کے معنی دریافت کیے" یَوۡمَ لَا یَنۡفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوۡنَ اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰہَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ۔ "قیامت کے دن مال و اولاد فائدہ نہیں دیں گے مگر یہ کہ خدا کے حضور قلب سلیم لے کر حاضر ہو۔ آپ (علیہ السلام) نے فرمایا: سالم دل وہ ہے کہ جب اللہ سے ملاقات کرے تو اس کے سوا اور دوسرے کی محبت اس میں نہ پائے۔ ہر وہ دل جس میں شرک اور شک ہو وہ ساقط یعنی ہلاکت کے قابل ہے۔" (اصول کافی۔ باب الاخلاص)

(۲): "حضرت امام جعفر صادق (علیہ السلام) نے فرمایا: کسی شخص کا ایمان بحد اخلاص نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے نفس، عزیز، ماں باپ، اولاد، بیوی اور تمام لوگوں یا مال سے زیادہ محبت کرے"۔ (سفینۃ البحار جلد ا، ص ۲۰۱)

اطاعت میں توحید اور شرک:

مومن جبکہ یقین کے ساتھ جانتا ہو کہ پیدا کرنے والا اور رزق دینے والا اور مدبر و مربی اپنا اور ساری مخلوقات کا صرف ایک ہے۔ اس کی الوہیت اور ربوبیت میں کوئی شریک نہیں۔ تو عقل اور ایمان کی رو سے خدائے واحد کے علاوہ اور کسی کی فرمانبرداری نہیں کرتا اور نہ حاکم تسلیم کرتا ہے اور فقط اسی کو لازم الاطاعت جانتا ہے اور اپنے علاوہ دوسرے موجودات بھی اس کی قدرت و قوت کے مقابل عاجز و ضعیف ہیں اور کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ تمام مخلوقات اپنی ذات کے لیے نفع حاصل کرنے پر قادر ہیں۔ نہ ضرر کا دفاع کر سکتی ہیں اور نہ موت و حیات اور حشر و نشر کا اختیار۔

(لَا یَمۡلِکُوۡنَ لِاَنۡفُسِہِمۡ نَفۡعًا وَّ لَا ضَرًّا وَّ لَا مَوۡتًا وَّ لَا حَیٰوۃً وَّ لَا نُشُوۡرًا)۔

کیونکہ ولایت یعنی مطلق سرپرستی و اختیار کل اللہ ہی کیلئے مخصوص ہے۔ البتہ اگر خدا خود کسی کو ولایت پر متعین کرے اور مخلوق خدا کے امور کا مرجع و مرکز قرار دے تو اس صورت میں وہ بھی لازماً واجب الاطاعت ہوگا کیونکہ وہ منصوب من اللہ ہے۔ **(جاری)** ☆......☆......☆

کلمات مدیر کا بقیہ: جب اس پر زیادہ بے چینی بڑھی تو اسے افواہ کہہ کر ٹال دیا گیا۔ جب آتی دور میں نگاہیں ہیں تبھی ان کو پتہ چل جاتا ہے کہ اب بوڑھے زد میں آئیں گے پھر پتہ چلتا ہے کہ اب جوان زد میں آئیں گے اور پھر پتہ چلتا ہے کہ اب بچے زد میں آئیں گے یعنی ہر عمر کا انسان خطرات کے دائرے میں آگیا قابل تحقیق ہے کہ دنیا کے اس نظام کو حد سے زیادہ متاثر کر دینے والی اس وبا کا خالق کون ہے۔ کہیں یہ وبا عالمین زمانہ کی کسی بین الاقوامی سازش کا نتیجہ تو نہیں۔۔۔ ایک مثال پیش ہے کہ اسی مئی کے مہینے میں ایک دن اطلاع آئی کہ آج چین میں کوئی ایک مریض نہیں نکلا پھر ایک دن اطلاع آئی کہ چین میں صرف ۳۶ مریض نکلے جبکہ ہندوستان میں ۴۔۳ لاکھ مریض نکل رہے تھے جہاں مرض نہ ہوگا وہاں تعلیمی ادارے خوب کام کریں گے جہاں وبا ہوگی وہاں تعلیمی سرگرمیاں معطل رہیں گی جب تعلیمی سرگرمیاں بڑھیں گی تو دانشور اور سائنس داں وغیرہ زیادہ پیدا ہوں گے جہاں یہ نہ ہوسکے گا وہاں کمی رہے گی۔ لہٰذا ایک دن ایسے ہی لوگ دنیا پر حاوی ہو جائیں گے کہ جن کو علم حاصل کرنے کا زیادہ موقع ملا ہوگا۔ اور پھر ان کی سازشوں کا توڑ کرنے کی پوزیشن میں دنیا کے دوسرے لوگ نہ ہوں گے۔ لہٰذا یہ مسئلہ معمولی نہیں بلکہ غیر معمولی ہے انسانیت نوازوں کو ضرور توجہ کرنا چاہیے۔ ☆......☆......☆

ISSN No.2455-636X

شاخسانۂ تحریف (۳)

ترجمہ صیانۃ القرآن من التحریف

تحریر: حضرت آیت اللہ العظمیٰ
السید ابوالقاسم الخوئی اعلی اللہ مقامہ

ترجمہ: حجۃ الاسلام مولانا سید تقی الحیدری مرحوم
سابق پرنسپل وثیقہ عربی کالج فیض آباد

کیا خلفاء کے ہاتھوں تحریف ہوئی؟

پانچویں دلیل: قائل تحریف سلسلہ تحریف میں تین باتیں کہہ سکتا ہے:

۱: یہ تحریف بعد پیغمبر اسلام شیخین کے ہاتھوں ہوئی۔

۲: یہ تحریف عثمان کے ہاتھوں اس وقت ہوئی جب مصاحف کا جھگڑا اٹھا تھا۔

۳: کسی ایسے شخص کے ہاتھوں ہوئی جو خلافت کے دور اول کے بعد تحریف کا سبب نا ہو۔

یہ تمام دعوے نہایت لغو اور مہمل ہیں:

۱:۔۔۔ یہ دعویٰ کہ تحریف ابوبکر و عمر سے واقع ہوئی ہے اس کو باطل سمجھا جائے گا۔ کیونکہ یہ تحریف یا تو انہوں نے جان بوجھ کر کی ہے یا لا علمی میں ہوئی ہے۔ لا علمی میں یوں ہوگی ہو کہ ان تک وہ تمام اجزائے قرآنیہ جمع قرآن کے وقت پہونچے ہی نہ ہوں۔

اگر یہ تحریف انہوں نے عمداً کی ہے تو اس کی دو شکلیں ہو سکتی ہیں:

(۱) انہیں آیات میں انہوں نے تحریف کی ہوگی جن کی بنا پر ان کی زعامت پر اثر پڑتا ہو۔

(۲) ان آیات میں تحریف کی ہو جن کا ان کی زعامت و خلافت سے کوئی تعلق نہیں۔

خلاصہ یہ کہ اس سلسلے میں تین احتمالات کا تصور ہو سکتا ہے:

۱:۔۔۔ یہ احتمال کہ پورا قرآن ان تک پہونچا ہی نہیں۔۔۔۔ یہ نہایت لغو احتمال ہے کیونکہ پیغمبر اسلامؐ نے جو اہتمام حفظ قرآن کے سلسلے میں فرمایا وہ واضح ہے۔ آپ نے حفظ قرآن کا حکم دیا۔ اسکی قرائت کا حکم دیا، ترتیل آیات پر سب کو آمادہ فرمایا، خود اصحاب نے اس سلسلے میں جو اہتمام کیا ہے وہ ناقابل فراموش ہے۔ اور یہی چیزیں تحفظ قرآن کے سلسلے میں ذہن کی رہنمائی کرتی ہیں۔ اور ثابت کرتی ہیں کہ اصحاب کے پاس محفوظ تھا۔ چاہے وہ انتشار پا ہو چاہے الگ الگ رہا ہو لیکن تھا محفوظ۔ وہ قرآن سینوں میں محفوظ رہا ہو، یا صحفۂ قرطاس پر۔۔۔۔ اور اصحاب کے حافظے پر شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ کیونکہ وہی لوگ تھے جنہوں نے خطبہ و اشعار جاہلیت کے حفظ میں اہتمام کیا تھا۔ تو پھر قرآن کے حفظ میں تغافل کا کیا سوال ہے۔۔۔۔ جس کتاب کی دعوت پر انہوں نے اپنے نفسوں کو موت کے منہ میں دے دیا۔ جس کے احکام کے اعلان کے لئے انہوں نے سر دھڑ کی بازی لگا دی اور جس کے لئے وطن کو چھوڑ کر ہجرت کر گئے جس کے لئے اپنے اموال لٹائے جس کی وجہ سے پیشانی تاریخ آج بھی روشن ہے۔ ان باتوں کی موجودگی میں کیا کوئی عاقل ان کی عدم توجہ کا اہتمام پیدا کر سکتا ہے اور کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے خود قرآن کے لئے کوئی اہتمام نہ کیا ہوگا؟ اور وہ ایسے غافل ہو گئے کہ قرآن لوگوں کے درمیان ضائع ہو گیا۔ اور ایسا ضائع ہو گیا کہ اب لوگ اس کے محتاج ہو گئے کہ اثبات قرآن کے لئے شہادتین عادلین کی ضرورت ہونے لگی لیکن ایسے احتمال کی حیثیت احتمال زیادتی قرآن سے زیادہ ہو سکتی ہے بلکہ اسکی

ISSN No.2455-636X

حیثیت تو اس احتمال سے زیادہ نہیں کہ قرآن میں قرآن منزل کا کوئی حصہ نہیں رہ گیا۔

ابھی ہم جو کچھ روایت ثقلین کے سلسلے میں لکھ چکے ہیں وہ سب مندرجہ بالا توہمات کو باطل کرنے کے لئے کافی ہے۔

پیغمبر اسلام کا یہ قول "میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، کتاب وعترت" اس صورت میں درست نہیں ہو سکتا جبکہ بعض قرآن خود انہیں کے دور میں ضائع ہو گیا ہو۔ کیونکہ نبیؐ کا چھوڑا ہوا سرمایہ بعض کتاب ہو گا کل کتاب نہیں (پیغمبرؐ نے اگر قرآن کہا ہوتا تو تاویل ممکن تھی ۔ت) بلکہ متذکرہ روایت تو تدوین قرآن پر دلالت کرتی ہے۔ اور دورِ پیغمبرؐ میں جمع قرآن پر روشنی ڈالتی ہے۔ کیونکہ کتاب کا اطلاق متفرقات پر نہیں ہو سکتا اور نہ اس قرآن پر ہو سکتا ہے جو سینوں میں محفوظ ہو۔ (۱) ایسی صورت میں اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ اصحاب نبیؐ نے جمع قرآن کا اہتمام نہیں کیا اس کے تحفظ کی ان کو فکر نہ رہی، تو کیا وجہ ہے کہ خود پیغمبر اعظمؐ نے اس کا اہتمام نہیں کیا؟ جبکہ قرآن کے سلسلے میں شدت کے ساتھ احکام صادر فرمائے۔ کیا وہ خود معاذ اللہ ان غفلتوں کے نتائج سے غافل تھے۔ یا اس کی تدوین وترتیب پر نعوذ باللہ قادر نہ تھے یا اس کے وسائل کا فقدان تھا۔ کھلی ہوئی بات ہے کہ یہ تمام احتمالات مہمل وفاسد ہیں۔

۲:۔ انہوں نے (شیخین) قرآن میں عمداً تحریف کی ہو اور ان آیات میں تحریف کی ہو جن کا تعلق ان کی حاکمیت سے نہ تھا۔ یا ان کے اصحاب کی زعامت سے ان آیات کا کوئی ربط نہ تھا۔ یہ احتمال بنفسہ قرین عقل نہیں ہے بھلا اس سے ان کو کیا فائدہ تھا اور اس سے ان ک کون سی غرض وابستہ تھی۔ ان کے ہاتھوں تحریف ہونے کے امکانات کا قائل کیسے ہوا جا سکتا ہے جبکہ ہم جانتے ہیں کہ خلافت کی اساسی حیثیت سیاست ہے اور امر دین کے اہتمام کا اظہار سیاسیات خلافت کا ایک اہم رکن ہے ۔۔۔۔۔۔ اور اگر ایسا تھا کہ شیخین نے تحریف کی تھی تو وہ لوگ جنہوں نے بیعت سے صاف انکار کر دیا تھا انہوں نے اس رخ سے اپنا احتجاج کیوں نہیں پیش کیا۔ مثلاً سعد بن عبادہ اور ان کے اصحاب نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ اور پھر امیر المومنین علیہ السلام نے خطبہ شقشقیہ میں اس کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ معلوم ہوا کہ اس احتمال میں کوئی دم نہیں ہے اس کا باطل ہونا بہت واضح ہے۔

۳:۔ یہ احتمال کہ شیخین نے عمداً ان آیات میں تحریف کی ہے جو ان کی ریاست اور ان کی حکومت سے متعلق تھیں۔ یہ بھی مہمل ہے اس لیے کہ اس کی کوئی دلیل نہیں ملتی۔

امیر المومنین علیہ السلام اور ان کی زوجہ طاہرہ صلوات اللہ علیہا اور اصحاب نبیؐ کا وہ گروہ جنہوں نے مسئلہ خلافت کے سلسلے میں احتجاجات پیش کئے اور ان احادیث سے جو انہوں نے رسول اکرمؐ سے سنی تھیں دلیلیں پیش کیں اور دلائل پر انصار ومہاجرین نے گواہی دی، اور وہ کہ جنہوں نے حدیث غدیر وغیرہ سے خلافت وقت کو چیلنج کیا۔ علامہ طبرسیؒ نے احتجاج میں ایسے بارہ افراد کے احتجاجات کا تذکرہ کیا ہے، جو ان لوگوں نے خلافت ابوبکر کے سلسلے میں پیش کیے اور وہ نصوص بھی نقل کئے ہیں جو ان کی بنیادی دلیلیں تھیں۔ اور علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار الانوار میں پورا ایک باب مقرر کیا ہے جس میں امیر المومنین علیہ السلام کے احتجاجات کا ذکر ہے جو حضرت نے امر خلافت کے سلسلے میں پیش فرمائے ایسی صورت میں اگر قرآن مجید میں کوئی ایسی آیت جو صراحتاً شیخین کی ریاست پر اثر انداز ہو رہی تھی اور جس کو وہ خود بھی مجھ رہے تھے اور اسی خوف سے اس کو قرآن سے حذف کر دیا تھا تو کم از کم امیر المومنین علیہ السلام کو ان آیات کا تذکرہ ضرور کرنا چاہئے تھا۔ تا کہ ان کے دلائل کو اور تقویت حاصل ہو جاتی۔ اور اگر وہ آیتیں قرآن مجید کی ہوتیں تو تمام مسلمانوں نے جس طرح پیش کردہ حدیثوں پر گواہی دی تھی ان آیات پر بھی وہ شاہد ہوتے ۔۔۔۔۔۔ اور پھر امر خلافت تو جمع قرآن سے پہلے کا واقعہ ہے (جیسا کہ کہا جاتا ہے) تو اصحاب کا اس ابتدائی دور میں ان آیات کے ذکر ترک کر دینا اور امیر المومنین علیہ السلام کا اس

۱: ہم عہد نبیؐ میں جمع قرآن کے سلسلے کی بحث عنقریب پیش کریں گے۔

ISSN No.2455-636X

کے انتہائی وقت میں پیش نہ کرنا۔ کیا اس بات کی دلیل قطعی نہیں ہے کہ تحریف مذکور کا تصور باطل ہے۔

۴۔ یہ احتمال کہ یہ تحریف دور خلافت عثمان میں واقع ہوئی ہوگی مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر قرین عقل نہیں ہے:

(۱) دور عثمان تک اسلام اتنا پھیل چکا تھا کہ عثمان تو عثمان ان کے بڑے بڑوں سے امکان بھی نہ تھا کہ وہ قرآن سے کچھ بھی گھٹا سکتے۔

(۲) اگر تحریف ان کے ہاتھوں ان آیات میں ہوئی جن کا تعلق ولایت اور حکومت وزعامت سے نہ تھا تو بلا سبب تحریف کا کوئی تک نہیں۔ اور اگر یہ تحریف ان آیات میں ہوئی جن کا کچھ بھی تعلق مسئلہ خلافت سے تھا تو اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ کیونکہ اگر اس سلسلے کی کوئی ایسی آیت ہوتی جس سے ان کی زعامت پر اثر پڑ سکتا اور وہ ایسی واضح ہوتی کہ ہر ایک مطلب اخذ کر لیتا اور وہ لوگوں میں منتشر ہو چکی ہوتی تو یہ عہدۂ خلافت ان تک پہونچتا ہی کیوں؟

(۳) اگر عثمان محرف قرآن ہوتے تو قاتلین عثمان کے لئے واضح ترین دلیل وحجت قرار پاتا۔ ایسی صورت میں قاتلین عثمان کو سیرت شیخین اور تقسیم اموال بیت المال کو دلیل کے طور پر پیش کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ اگر ضرورت ہوتی تو اس کو ثانوی حیثیت حاصل ہوتی۔

(۴) اگر دور عثمان میں قرآن محرف تھا تو امیر المومنین علیہ السلام کے لئے ضروری تھا اور ان پر واجب تھا کہ وہ اپنے دور میں قرآن کو پھر اس کی اصلی صورت میں لے آتے اور وہ قرآن جو دور پیغمبر اسلام میں پڑھا جاتا ہے اس کو پیش فرماتے اور وہ قرآن مسلمانوں کو دیتے جس کی تلاوت زمانہ شیخین میں ہوتی تھی۔ یہ کوئی ایسی بات نہ تھی جس کی وجہ سے امیر المومنین علیہ السلام نشانہ تنقید بنتے بلکہ یہ تو بہترین اور برمحل دلیل ہوتی جو طالبین قصاص عثمان کے سامنے پیش کی جاسکتی تھی خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ امیر المومنینؑ نے وہ تمام چیزیں جو دور عثمان میں اہل حقوق سے منقطع کر دی گئی تھیں وہ لوٹا دی گئی تھیں اور یہ اعلان بھی اپنے خطبہ کے ذریعہ فرما دیا تھا: واللہ لو وجدته قد تزوج به النساء لك به الاماء لرددته فان في العدل سعة ومن ضاق عليه العدل فالجور عليها ضيق۔

یہ احکام علیؑ کے اموال کے متعلق ہیں اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر قرآن محرف ہوتا تو اس سلسلے میں علیؑ کا کیا رویہ ہوتا۔ لیکن سکوت امیر المومنین علیہ السلام موجودہ قرآن کے عدم تحریف پر روشن دلیل ہے۔

(۵) یہ احتمال کہ تحریف بعد دور خلفاء واقع ہوئی ہے۔۔۔۔ اس کا کسی نے دعویٰ نہیں کیا کہ ہم تک اس کا دعویٰ پہنچتا۔ ہاں بعض قائلین تحریف کی طرف منسوب کر کے یہ بات کہی جاتی ہے کہ جب حجاج بنی امیہ کی نصرت کے لئے اور ان کو تقویت دینے کے لئے اٹھا ہے تو اس نے کلام اللہ سے وہ آیتیں جو بنی امیہ سے مربوط تھیں نکال دیں اور ایسی بہت سی آیتیں اس میں شامل کر دیں جو اس میں نہ تھیں۔ پھر اس نے مصاحف مرتب کئے اور مصر وشام ومکہ ومدینہ اور بصرہ وکوفہ روانہ کئے اور آج جو ہمارے سامنے ہے وہ انہیں مصاحف کے مطابق ہے۔ حجاج نے دوسرے مصاحف جمع کر لئے تھے۔ اب اس میں سے ایک نسخہ بھی کہیں نہیں رہ گیا۔ (مناہل العرفان ص ۲۷۵)

مذکرہ بالا دعوے کے متعلق اس کے علاوہ کیا کہا جائے کہ یہ سب بکواس ہے اور پاگلوں جیسی خرافات کہ اب جس پر کوئی توجہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ حجاج ایک اموی گورنر جس کی کوئی قدر وقیمت نہیں۔ ایسے میں وہ تمام قرآن کو کیا پاسکتا تھا۔ قرآن تو قرآن ہے وہ تو اس لائق بھی نہ تھا کہ فروع اسلامی میں کسی ایک فرع کو بدل سکتا۔ قرآن تو بڑی چیز ہے۔

قرآن تو وہ ہے جس پر دین کی اساس اور شریعت کی بنیاد ہے اس پر حجاج کا زور کیا چل سکتا۔ اس میں یہ قوت وطاقت کہاں کہ وہ ممالک اسلامیہ میں پھیلے ہوئے تمام قرآن کو حاصل کر لیتا۔۔۔۔ اور پھر تاریخ کا اتنا عظیم حادثہ مورخ اپنی تاریخ میں اس کا ذکر نہ کرے کیوں؟ اور ناقدین اس پر تبصرہ نہ کریں، کس لیے؟ جبکہ مسئلہ کی اہمیت واضح ہے مسلمانوں نے ایسے جرم سے چشم پوشی کیوں کی؟ حجاج کے عہد میں نہ سہی، اس کے بعد تو خلفشار ہونا چاہئے تھا۔ **بقیہ صفحہ 48 پر**

ISSN No.2455-636X

اسلام کا دفاعی نظام (۲)

آیۃ اللہ استاذ شیخ احمد عابدی مدظلہ العالی
وائس چانسلر علوم و معارف قرآن کریم یونیورسٹی قم

ترجمہ:
حجۃ الاسلام مولانا سید مراد رضا رضوی
مدیر اعلیٰ محبان ام الائمہ، پٹنہ
موبائل نمبر: 9430604573

اقسام جنگ: اگر دور حاضر کی زبان میں بحث کی جائے تو جنگ کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ سخت جنگ (Hard War)۔ ۲۔ نیمہ سخت جنگ (Semi-hard war) ۳۔ نرم جنگ (Soft War)

جنگ نرم وہی نفسیاتی، تبلیغاتی اور ثقافتی جنگ ہے۔ نیمہ سخت جنگ وہی داخلی بدامنی ہے اور جنگ سخت وہی فوج در فوج حملہ کر کے میدان نبرد میں ایک دوسرے کو قتل کرنا ہے۔ جہاد اور دفاع کے سلسلے میں جو چھ سو آیتیں قرآن مجید میں موجود ہیں وہ فقط جنگ سخت سے مربوط ہیں۔ لیکن اگر آپ جنگ نیمہ سخت یعنی بدامنی پھیلانے کے سلسلے میں آیات کی طرف رخ کریں تو بہت ساری آیتیں مل جائیں گی۔ نرم جنگ کے حوالے سے ایک ہزار سے زیادہ آیات موجود ہیں۔ پہلے میں نے عرض کیا ہے کہ شاید لوگ یہ سمجھتے ہوں کہ قرآن مجید کا سب سے طولانی قصہ، جناب یوسفؑ کی داستان ہے کہ ایک جگہ پر سو آیتوں میں حضرت یوسفؑ کے واقعہ کو پیش کیا گیا ہے۔ جبکہ جنگ تبوک کے سلسلہ میں نازل ہونے والی آیات بہت زیادہ ہیں سورہ توبہ میں تقریباً ۳۰ویں آیت بلکہ اگر تحقیقی گفتگو کی جائے تو آیت ۱۱ سے ۱۲۲ویں آیت تک جنگ تبوک کا قصہ ہے جو جناب یوسفؑ کے قصہ سے دو برابر ہے۔ اتنی زیادہ آیتیں جنگ کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں! اسی طرح جنگ نیمہ سخت کے سلسلے میں بھی بہت ساری آیات موجود ہیں، افسوس کہ ان مطالب کے بارے میں کوئی بحث نہیں ہوئی ہے۔ مثلاً یہ آیہ شریفہ ﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا﴾ (نساء، ۸۳) "جب بھی کوئی امن یا خوف کی خبر ان کو ملتی ہے تو اسے ہر جگہ فاش کر دیتے ہیں جبکہ اس سلسلہ میں اگر رسول اور اولی الامر کی طرف رجوع کرتے تو حقیقت امر کو ان لوگوں سے دریافت کر لیتے۔ اگر خدا کا فضل اور اس کی رحمت تم لوگوں پر نہ ہوتی تو کچھ لوگوں کے علاوہ سب شیطان کی پیروی کرتے۔

یہ آیت امنیت کے سلسلہ میں ہے۔ اگر کسی نے امنیت کے سلسلے میں مطالعہ کیا ہو تو وہاں کہا جاتا ہے کہ امنیت کی ایک ایجابی یعنی تعریف ہے اس دوسری سلبی تعریف ہے۔ تعریف ایجابی یعنی آرام و اطمینان ہونا، تعریف سلبی یعنی دھمکی اور خوف وغیرہ کا ہونا، دشمن کا حملہ نہ کرنا آیہ شریفہ نے دو معنی کو پیش کیا ہے ﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ﴾ اثباتی پہلو رکھتا ہے اور "أَوِ الْخَوْفِ" منفی جنبہ رکھتا ہے۔ امریکہ امنیت کا فقط سلبی معنی پیش کرتا ہے یعنی تہدید اور دھمکی نہ ہو۔ روسی کہتے ہیں کہ امنیت یعنی آرام و سکون ہو۔ مشرقی لوگ ایک معنی پیش کرتے ہیں تو مغربی دوسرے معنی بیان کرتے ہیں، آیہ شریفہ میں دونوں معنی ہیں۔ امنیتی خبر کو مرجع تقلید کے سامنے پیش نہیں کیا جاتا ہے۔ ﴿لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ﴾ جس کے پاس امنیتی استنباط ہے اس سے معلوم کیا جاتا ہے اور اسے خبر دی جائے۔ جب بھی کوئی خبر لے کر آتا تھا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے: سب کے سامنے کہو۔ لیکن جب کوئی امنیتی خبر ہوتی تھی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد سے باہر نکل کر تنہا خبر سنتے تھے۔ قرآن مجید میں یہ آیت ﴿أَطْعَمَهُمْ

ISSN No.2455-636X

مِنْ جُوعٍ وَآمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ} (قریش ر۶) "جس نے بھوک کے وقت انہیں کھانا دیا اور خوف سے انہیں امان عطا کیا"۔ {آمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ} امنیت تہدید اور دھمکی کے مقابلہ میں ہے۔ اس قسم کی آیتیں نیمہ سخت جنگوں کے سلسلہ میں ہیں۔

جنگ نرم قرآن کی نگاہ میں:

بعض آیتیں جنگ نرم کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں جیسے ارشاد ہوتا ہے: {لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا} (احزاب ر۶۰) "اگر منافقین اور جن کے دلوں میں مرض ہے اور وہ جو مدینہ میں پروپگنڈہ اور غلط باتیں پھیلاتے ہیں اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے تو ہم آپ کو ان پر مسلط کریں گے تاکہ اس کے بعد کچھ لوگوں کے علاوہ اس قسم کا کوئی بھی شہر میں آپ کا ہمسایہ نہ رہے"۔ "الْمُرْجِفُونَ" یعنی غلط باتیں پھیلانے والے۔ مرجفون کلمہ اراجیف سے لیا گیا ہے جو ایک قسم کی نرم جنگ ہے۔ اگر اس قسم کی آیات کو جمع کیا جائے تو سخت، نیمہ سخت اور نرم جنگ سے متعلق آیات ایک ہزار سے زیادہ ہو جائیں گی۔ آیات کہ اتنی بڑی تعداد مسئلہ کی غیر معمولی اہمیت کی علامت ہے۔ خود رسول خدا ﷺ میں ہر قسم کی جنگ سے مقابلہ کی غیر معمولی صلاحیت تھی۔ قابل توجہ ہے کہ وہ شخص جو ۶۳ سال کے آس پاس ہے وہ بعض جنگوں میں ننگے پیر جا رہا ہے۔ مثلاً آٹھویں ہجری کی جنگ میں رسول خدا ﷺ پا برہنہ جنگ میں تشریف لے گئے ہیں۔ (۱) یعنی واقعاً آنحضرتؐ کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ جس ذات والا صفات کے پاس حتی پہننے کو چپل نہیں تھی وہ ۳ بار غزہ، پٹی اور فلسطین تک گئی ہے۔ اس کم مدت میں کسی سہولت کے بغیر آپ ۳ بار وہاں تشریف لے گئے (۲)

خود رسول خدا ﷺ جنگوں میں کیا کام انجام دیتے تھے؟ کتنے تعجب کی بات ہے جنگ بدر میں رسول خدا ﷺ نے دشمنوں کی شناخت کے لیے حتی حضرت علی علیہ السلام کو بھی نہیں بھیجا۔ لشکر والوں کو اسی مقام پر جہاں بدر ہے روک کر دشمن کی خبر لینے چلے گئے۔ بدر کا علاقہ واقعاً دیکھنے لائق ہے۔ افسوس کہ وہابی کسی کو وہاں جانے نہیں دیتے۔ بدر کے شہداء اتنی اہمیت کے حامل ہیں کہ بعض روایتوں میں ہے کہ شہدائے کربلا شہدائے بدر کی طرح ہیں۔ رسول اکرم ﷺ لشکر کو چاہ بدر کے پاس چھوڑ کر روانہ ہو گئے کہ ایسا نہ ہو کہ لشکر کو محاصرہ میں لے لیا جائے لہٰذا خبر لینے کے لیے چل پڑے۔ رسول خدا ﷺ کے لیے یہ جاننا اہم تھا کہ دشمن کا لشکر یہ جانتا ہے کہ مسلمانوں کا لشکر کہاں پڑاؤ ڈالے ہے۔ جب آنحضرت معلومات حاصل کرنے کے لیے پہاڑ کے پیچھے گئے تو ایک مرد عرب کو ہاں دیکھا۔ اس عرب سے پوچھتے ہیں کہ تم جانتے ہو محمدؐ کا لشکر کہاں ہے؟ مرد عرب کہتا ہے کہ اگر تم پہلے خود کو پہچنواؤ تو میں بتادوں گا کہ جانتا ہوں یا نہیں۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: پہلے تم بتاؤ کہ تم کون ہو پھر میں بھی بتادوں گا۔ عرب نے کہا: میں فلاں بن فلاں ہوں اور محمدؐ کا لشکر فلاں جگہ پر ہے۔ جیسے ہی عرب نے بتایا کہ لشکر کہاں ہے آپ نے پکڑ لیا کہ دشمن کو لشکر کے پڑاؤ کا پتہ ہے۔ عرب نے کہا: اب تم بتاؤ کون ہو؟ رسول خدا ﷺ نے جواب دیا: انا ابن الماء میں پانی کا بیٹا ہوں! اور گھوڑے پر سوار ہو کر فوراً روانہ ہو گئے۔ تاریخ میں ہے کہ وہ مرد عرب حیرانی کے عالم میں خود سے باتیں کرنے لگا "انا ابن الماء" کا مطلب کیا ہے؟ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نطفہ سے پیدا ہوا ہوں! یا میرے باپ کا نام پانی ہے! یا یہ کہ عراق میں پانی بہت ہے اس لیے یہ مرد عراقی تھا! واپس لوٹ کر آپ نے فوراً لشکر کی جگہ تبدیل کی۔ جب آپ لشکر کی جگہ کو تبدیل کر چکے تو حضرت علیؑ جب معلوم کرنے آئے تو دیکھا دو لڑکیاں آپس میں بات کر رہی ہیں ایک لڑکی دوسری سے کہہ رہی تھی: تم میرا قرض کب ادا کروگی؟ دوسری نے کہا: چند دنوں میں قریش کا قافلہ یہاں پہنچے گا ہم ان کے لیے یہاں کام کریں گے اس کے عوض میں جو ملے گا اس سے تمہارا قرض ادا کر دوں گی۔ حضرت علیؑ نے واپس لوٹ کر لشکر ابوجہل و ابوسفیان کی آمد کی خبر رسول خدا ﷺ تک پہنچا دی۔

اس قسم کی باتیں رسول خدا ﷺ اور ان کے اہلبیت کے سلسلہ میں بہت ہیں جس سے استفادہ ہوتا ہے کہ جہاد، شہادت اور دفاع کا مسئلہ

ISSN No.2455-636X

بہت اہم اور روزمرہ کی زندگی سے مربوط ہے۔ اس سلسلہ میں فقہ میں نہ ہونے والی بحثیں بھی بہت ہیں۔

دورِ حاضر میں بھی افسوس یہ ہے کہ ہم وہابیوں، تکفیریوں اور امریکیوں کے ایجاد کردہ مسائل سے دوچار ہیں۔ ہر دن کہیں نہ کہیں قتل و غارت گری کا بازار گرم ہے اور اہل بیتؑ کے چاہنے والوں کے بے دریغ خون بہائے جارہے ہیں۔ فلسطین اور افریقا اور دیگر ممالک میں ایسے بہت سارے مطالب ہیں جو دفاع اور جہاد سے مربوط ہیں۔

مکتب (نظام) کا مفہوم:

کیا دین میں دفاعی نظام موجود ہے؟ اس بحث میں پہلے یہ سمجھنا ہوگا کہ مکتب (نظام) کے معنی کیا ہیں؟ مکتب کا پہلا معنی ایسا آئین و قانون ہے جس میں خدا کا تصور نہ ہو۔ جو آئین خدا کا تصور رکھتا ہے اسے دین کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت بعض لوگ ''بودھ'' کو مکتب بودھ کہتے ہیں لیکن مثلاً یہود کو دین یہود کہتے ہیں اسی طرح دین عیسائی، دین ہندو۔ کیوں ہندوؤں کو دین ہندو کہتے ہیں لیکن بودھ کی فکر کو مکتب بودھ کہتے ہیں؟ اس لیے کہ بودھ کی فکر میں خدا کا تصور نہیں ہے۔ جیسے مکتب اگزسٹالیسٹ یا مکتب ہیومنزم۔ مکتب کا دوسرا معنی ایسی تعلیمات کا مجموعہ جو منظم ہو یعنی اس میں نظم و ضبط پایا جائے اور اس کے مطالب ایک دوسرے سے پیوستہ ہوں۔ دوسرے یہ کہ اس موضوع سے متعلق اس میں تمام مسائل پر مطالب موجود ہوں۔ اگر ہم دفاعی مکتب (نظام) کہتے ہیں اس میں دفاع کے مبانی، اصول، اغراض و مقاصد اور روش سب موجود ہونی چاہیے۔

اگر دین اسلام نے دفاع کے ان تمام مسائل پر گفتگو کی ہے تو ہم اسلام کا دفاعی مکتب (نظام) کہہ سکتے ہیں۔

لیکن اگر ان میں سے کوئی بھی نہ ہو یا کوئی مسئلہ پر بحث نہ ہوئی ہو تو دفاعی مکتب (نظام) نہیں کہہ سکتے ہیں۔ مثلاً فقہی کتابوں میں فقط احکام بیان ہوئے ہیں اغراض و مقاصد کا تذکرہ نہیں ہے۔ یا فقہی کتابوں میں کبھی بھی روش پر بحث نہیں ہوتی ہے۔ لہٰذا کتب فقہی میں جو موجود ہے وہ دفاعی مکتب نہیں ہے۔ صرف چند فقہی مسائل ہیں۔ لیکن اگر اس طرح کہا جائے کہ دین اسلام نے جنگ سے پہلے قوانین پیش نہیں کیے ہیں مثلاً: ﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ﴾ (انفال/۶۰) ''اور تم سب ان کے مقابلہ کے لیے امکانی قوت اور گھوڑوں کی صف بندی کا انتظام کرو جس سے اللہ کے دشمن۔ اپنے دشمن اور ان کے علاوہ جن کو تم نہیں جانتے ہو اور اللہ جانتا ہے سب کو خوفزدہ کردو اور جو کچھ بھی راہ خدا میں خرچ کروگے سب پورا پورا ملے گا اور تم پر کسی طرح کا ظلم نہیں کیا جائے گا''۔ دفاع کے لیے آمادگی، کیسے طاقت اکٹھا کی جائے اور کن راستوں سے طاقت جمع نہ کی جائے۔ جنگ سے پہلے، درمیان جنگ اور جنگ کے بعد سارے دستور موجود ہیں۔ جب جنگ تمام ہوگئی تو جنگی غنائم و فوائد کیسے تقسیم کیے جائیں؟ اسیروں کے ساتھ کیسے سلوک کیے جائیں۔ درمیان جنگ جب معرکہ چھڑا ہو اور گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے تو کیا اس وقت کسی دشمن فوج سے کسی کو اسیر بنایا جاسکتا ہے؟ یا یہ کہ جس کو بھی دیکھو قتل کردو؟!

جنگ سے پہلے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت ساری تعلیمات ہیں۔ مثلاً اگر کسی کو تلوار دینا چاہیے تو غلاف شمشیر کے ساتھ دو برہنہ تلوار مت دو۔ اس قسم کے احکام بہت زیادہ ہیں۔ دفاع کے لیے خود کو پہلے سے آمادہ رکھو یا یہ کہ دشمن جب سامنے آئے تو اسے پہلے دعوت اسلام دو۔ مثلاً ''لاضرر ولا ضرار فی الاسلام'' رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہاں فرمایا: ''لاصلاۃ لجار المسجد الا فی المسجد، مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے علاوہ کہیں اور نہیں ہوسکتی''۔ کہاں ارشاد فرمایا؟ جہاں جنگ تبوک کی گفتگو ہے وہاں ارشاد فرمایا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اخلاقی مسائل اور فردی و اجتماعی مسائل اور عوام الناس سے مربوط چیزیں جنگوں میں بیان کیا کرتے تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''لافترۃ فی الاسلام: اسلام میں دھوکہ بازی نہیں

ISSN No.2455-636X

ہے۔"الاسلام قَیدُ الفتك یا الاسلام قیدُ القتلۃ "یعنی اسلام میں غفلت میں پکڑنا یا غفلت کی حالت میں قتل کرنا صحیح نہیں ہے۔ اسلام غفلت سے قتل کرنے سے روکتا ہے۔ یہ سب باتیں جنگ تبوک کی ہیں۔ ادھر معروف ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ الحرب خدعة جنگ دھوکہ بازی ہے۔ ایک کتاب ہے قواعد الحرب فی الاسلام۔ اس کتاب کا مطالعہ کیجیے اور بتائیے کہ الحرب خدعة کس طرح الاسلام قید القتلہ سے سازگار ہے؟ ایک طرف کہا جا رہا ہے کہ خدعہ حرام ہے تو دوسری طرف کہا جا رہا ہے کہ جنگ دھوکہ وفریب ہے۔ یہ ایک مفصل بحث ہے۔ فی الحال ہم اس طرح پیش کر رہے ہیں کہ امام خمینیؒ نے جب قطع نامہ اور تحریری بیان کو قبول کر لیا تو ایک مدت بعد حالات بدلے اور بہت سارے لوگ محاذ پر آنے کے لیے تیار ہو گئے کچھ لوگوں نے امام خمینیؒ سے کہا: اب حملہ کر دیتے ہیں! امام خمینیؒ نے فرمایا: جب ہم وہ تحریری بیان قبول کر رہے تھے تو ہمارا مقصد دھوکہ دینا نہیں تھا۔ آپ نے حملہ کی اجازت نہیں دی، آپ نے یہ نہیں کہا کہ جب ہم قطع نامہ قبول کر رہے تھے تو ہماری حالت کچھ اور تھی اور اب جب ہماری حالت بہتر ہوگئی ہے تو ہم اس تحریری قرارداد کو قبول نہیں کرتے۔

اس سلسلے میں ہم آئندہ مفصل بحث کریں گے کہ الحرب خدعة کی حقیقت ہے بھی یا نہیں؟ یا یہ کہ خدعہ اور دھوکہ بازی نچلے درجہ کے سپاہیوں کے لیے ہے۔ اونچے درجہ کے لوگ مثلاً رسول خدا ﷺ اور دوسرے افراد کبھی بھی خدعہ اور دھوکہ بازی سے کام نہیں لیتے ہیں۔ یا مثلاً اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک دشمن خدعہ اور فریب سے کام نہ لے تم ایسا مت کرو؟ مثلاً جنگ کا یہ قانون ہے کہ جو جنگ شروع کرے گا وہ فاتح ہے۔ یہ ایک فوجی اصول ہے لیکن کسی بھی جنگ میں رسول خدا ﷺ سے لے کر امام حسینؑ تک کسی نے بھی جنگ کی ابتدا نہیں کی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم خدعہ اور دھوکہ بازی سے کام نہیں لیں گے۔ جب دشمن حملہ کرنا چاہ رہا تھا تو رسول خدا ﷺ نے مدینہ کے "آبار علی" نامی علاقہ میں حکم دیا کہ مثلث انداز میں پتھر تراشے جائیں اور اسے عرض میں سو میٹر اور طول میں چند کیلو میٹر تک مدینہ کے اطراف میں پھیلا دیے جائیں۔ یہ پتھر آج بھی مدینہ میں موجود ہیں جن پر حیوان اور انسان میں کوئی بھی نہیں چل سکتا ہے۔ جیسے Mini (بارودی سرنگ) جب رسول خدا ﷺ کے پاس افراد کی طاقت کم ہوتی تھی تو دشمن کے احتمالی حملہ سے بچنے کے لیے اس قسم کے پتھروں کو بچھانے کا حکم دیتے تھے۔ خدعہ کے سلسلہ میں ایک احتمال یہ ہے کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: { كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِندَ اللَّهِ وَعِندَ رَسُولِهِ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ } (توبہ ۷) "اللہ و رسول کے نزدیک عہد شکن مشرکین کا کوئی عہد و پیمان کس طرح قائم رہ سکتا ہے ہاں اگر تم لوگوں نے کسی سے مسجد الحرام کے نزدیک عہد کر لیا ہے تو جب تک وہ لوگ اپنے عہد پر قائم رہیں تم بھی قائم رہو کہ اللہ متقی اور پرہیزگار افراد کو دوست رکھتا ہے"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک دشمن دھوکہ نہ دے آپ دھوکہ نہیں دے سکتے ہیں { إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ أَوْ جَاءُوكُمْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ أَن يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ يُقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقَاتَلُوكُمْ فَإِنِ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَأَلْقَوْا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا } (نساء ۹۰) "علاوہ ان کے جو کسی ایسی قوم سے مل جائیں جن کے اور تمہارے درمیان معاہدہ ہو یا وہ تمہارے پاس دل تنگ ہو کر آ جائیں کہ نہ تم سے جنگ کریں گے اور نہ اپنی قوم سے۔ اور اگر خدا چاہتا تو ان کو تمہارے اوپر مسلط کر دیتا اور وہ تم سے بھی جنگ کرتے لہذا اگر تم سے الگ رہیں اور جنگ نہ کریں اور صلح کا پیغام دیں تو خدا نے تمہارے لیے ان کے اوپر کوئی راہ نہیں قرار دی ہے"۔

جنگ کے سلسلے میں اسلام کی تعلیمات نہایت عجیب وغریب ہیں۔ وہ قوانین جو رسول خدا ﷺ جنگ کے لیے بیان فرماتے تھے: درخت کو نہ کاٹو، درخت کو آگ لگانا یا اسے کاٹنا حرام ہے۔ بوڑھے مرد و عورت اور بچوں کو قتل نہ کرو، کسی کو مُثلہ نہ کرو (ٹکڑے ٹکڑے نہ کرو) دشمن کے

ISSN No.2455-636X

لیے مرض ایجاد نہ کرو۔ اپنے عہد و پیمان کی وفا کرو۔ جنگ شروع کرنے والے نہ ہو۔ دور حاضر میں ان چیزوں کو دوستانہ حقوق بشر کہا جاتا ہے۔ زیادہ قتل کرنا تمہارا مقصد نہ ہو۔ اگر کوئی بھاگ گیا ہے تو قتل کرنے کی غرض سے اس کا پیچھا نہ کرو، پانی کسی پر بند نہ کرو، زخمیوں کو قتل نہ کرو۔ آئندہ ہم ان چیزوں پر بحث کریں گے۔ آج وہابیوں کا فتویٰ یہ ہے کہ زخمیوں کو مار ڈالو لیکن ہم کہتے ہیں کہ زخمیوں کو قتل کرنا حرام ہے۔

ہنگام جنگ یاد الٰہی: دفاع کے وقت سب سے اہم چیز خدا کی یاد ہے۔ ایک شخص نے ڈاکٹریٹ کی تھیسس لکھی ہے جس کا عنوان "میدان جنگ میں رستم کی دعائیں" ہے۔ رسول خدا ﷺ اور امیر المومنینؑ کی دعائیں ملاحظہ کی جائیں تو مجمع البیان میں اسم اعظم کی جتنی دعائیں ہیں وہ جنگ بدر و احد سے مربوط ہیں۔ امیر المومنینؑ نے جنگ بدر میں خضر سے ملاقات کی۔ خضر نے حضرت سے کہا: اے علی! جب دشمن سے مقابلہ ہو تو کہو: "یا من لا ھو الّا ھو" حضرت علیؑ رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خضر سے اپنی ملاقات کا واقعہ سنایا تو آنحضرتؐ نے فرمایا: "یا علی! علمت اسم الاعظم: اے علی تم نے اسم اعظم سیکھ لیا"۔ یہ درمیان جنگ کی تعلیمات ہیں۔ اس قسم کی تعلیمات بہت زیادہ ہیں۔

شیعوں میں جنگ کے مبانی: جنگ کے مبانی بہت ہیں مثلاً جنگ میں شیطان کا کردار کیا ہے؟ یا جنگ میں فرشتوں کا کردار کیا ہے؟ ﴿بَلٰى إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُمْ مِنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ﴾ (آل عمران ر ۱۲۵) "یقیناً اگر تم صبر کرو گے اور تقویٰ اختیار کرو گے اور دشمن فی الفور تم تک آ جائیں گے تو خدا پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا جن پر بہادری کے نشان لگے ہوں گے"۔ فرشتوں کی مدد کیسی ہے؟ شیطان جنگ میں کیا کرتا ہے؟ یا یہ مدد و نصرت بلا واسطہ خدا کے ہاتھ میں ہے؟ حضرت موسیٰؑ فرمایا کرتے تھے کہ دشمن سے نہ ڈرو ہمارا رب ہمارے ساتھ ہے۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ کبھی جنگ نہ ہو؟ کیا ہم اس لیے جنگ کریں کہ اسلام ہمہ گیر ہو جائے؟ یا ہم اس لیے جنگ کریں کہ ظلم و جور کا خاتمہ ہو جائے۔ ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ﴾ (بقرہ ر ۱۹۳) یا یہ کہ "قاتلوھم" جنگ کرو تا کہ دین اسلام ہمہ گیر ہو جائے۔ ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾ (توبہ ر ۳۳) یہ چیزیں مبانی کہلاتی ہیں۔ کہیں بھی دین میں نہیں ملتا ہے کہ جنگ کرو تا کہ کوئی مسلمان ہو جائے۔ آئندہ ہم بحث کریں گے کہ اس قسم کی روایتیں مکتب خلفا کی فکر سے آئی ہیں۔ شیعوں کی کتابوں میں بھی اگر ہیں تو وہیں سے آئی ہیں "امرت ان اقاتل الناس حتی یقول لا الہ الّا اللہ" "میں مامور ہوں کہ انسانوں سے جنگ کرتا رہوں یہاں تک کہ لوگ 'لا الہ الّا اللہ' کہنے لگیں۔ یہ وہابیوں کا طرز تفکر ہے۔ اگر شیعی کتابوں میں کہیں دکھائی دے تو وہیں سے آیا ہے۔ ہمارے یہاں جنگ اور دفاع کے مبانی یہ ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی کافر پر ظلم کرے تو قیامت کے دن خود اس کا احقاق حق کروں گا یعنی مظلوم کو اس کا حق دلاؤں گا۔ یعنی اگر مسلمان ایک کافر پر ظلم کرے تو قیامت کے دن رسول خدا ﷺ کافر کی طرفداری کریں گے۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں: "من کلّف کافراً فوق طاقتہ لم یرہ رائحۃ الجنۃ" یعنی اگر کوئی کسی کافر کو اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنے کوشش کرے تو جنت کی خوشبو بھی نہیں دیکھ پائے گا۔ بہشت کی خوشبو چالیس سال کے فاصلے سے محسوس ہوتی ہے لیکن وہ شخص خوشبو بھی نہیں محسوس نہیں کر پائے گا۔ یہ چیزیں اسلام اور شیعیت میں جنگ کے مبانی ہیں۔

وھابیوں میں جنگ کے مبانی: وہابیوں کے مبانی یہ ہیں کہ جنگ کریں تا کہ سب مسلمان ہو جائیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ جنگ کریں تا کہ ظلم ختم ہو جائے۔ حتیٰ کافر یا حیوان کسی پر بھی ظلم جائز نہیں ہے۔ کسی نے دو مرغوں کو آپس میں لڑایا تا کہ وہ دونوں آپس میں جنگ کریں۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: خدا اس پر لعنت کرے جس نے یہ کام کیا ہے۔ رسول خدا ﷺ نے ایک جگہ ملاحظہ فرمایا کہ ایک شخص نے اپنے گدھے کو "وسم زدہ" (لوہے کو گرم کر کے گدھے یا دوسرے جانوروں کے بدن کو داغا جاتا تھا تا کہ یہ علامت رہے کہ یہ فلاں کا جانور ہے اس کو

ISSN No.2455-636X

"وسم" کہا جاتا ہے) کیا ہے۔ آنحضرت نے فرمایا: لعنة الله علی من عمل هذه الوسم؛ خدا اس پر لعنت کرے جس نے اسے وسم زدہ کیا ہے"۔ یہ ہیں وہ مبانی جس کے ہم شیعہ قائل ہیں۔ جنگ فقط فتنہ کو دور کرنے کے لیے ہے۔

پس ہمارے دین میں دفاع کے مبانی اور اصول موجود ہیں۔ مثلاً فرض کیجیے مقابلہ بہ مثل جیسے کو تیسا کا فارمولہ آیا قابل عمل ہے؟ شہریار کی کتاب "ماکیاولی" کو دیکھیے اس سلسلہ میں اچھی کتاب ہے کہ مغربی لوگ کس طرح جنگ کرتے ہیں۔ امام خمینیؒ نے اس سلسلہ میں ہمیشہ فرمایا: شیطانی سیاست۔

پس اسلام میں مبانی، اصول اور احکام سب موجود ہیں۔ ایک اصل یہ ہے کہ ظلم نہ کرو اور ظلم برداشت بھی نہ کرو۔ وہی "نفی سبیل" ﴿وَلَنۡ يَّجۡعَلَ اللّٰهُ لِلۡكٰفِرِيۡنَ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ سَبِيۡلًا﴾ (نساء/۱۴۱) دوسری اصل مسلمانوں کی عزت ہے ﴿وَلِلّٰهِ الۡعِزَّةُ وَلِرَسُوۡلِهٖ وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ (منافقون/۸) ۱۳۴۲ شمسی (۱۹۶۳ء) میں امام خمینیؒ کا فرمان یہ تھا: ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ کس لیے امریکہ کا ایک گروہ ہمارے کمانڈر پر حکومت کرتا ہے؟! ہم چاہتے ہیں کہ ہماری پولیس خود عزت مآب ہو۔ امام خمینیؒ یہ نہیں کہہ رہے تھے کہ ہماری فوج کو نماز پڑھنی چاہیے۔ بلکہ کہہ رہے تھے کہ ایران کی فوج کے پاس عزت ہونی چاہیے۔ کمانڈر کے مقابلہ میں کمانڈر یہ ہے اصل عزت! انقلاب سے پہلے ایرانی فوج میں تقریباً اسی ہزار امریکی موجود تھے۔ اُن کے حقوق میں سے ایک حق توحش تھا یعنی جب ہم ایران جائیں گے تو فوجی کے عنوان سے جو مال لیتے تھے اس کے علاوہ حق توحش بھی حاصل کرتے تھے یعنی ہم لوگ وحشیوں کے درمیان رہنے پر مجبور ہیں لہٰذا اس کا الگ سے حق ملنا چاہیے۔ یہ ایران اور مسلمانوں کی توہین تھی۔ امام خمینیؒ کہا کرتے تھے کہ ہم ان لوگوں سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ ہمیں وحشی کہتے ہیں جبکہ یہ لوگ خود ہی سب سے زیادہ وحشی ہیں۔ ان چیزوں کو ہم اصول جنگ کہتے ہیں۔

کچھ چیزیں ہیں جنھیں جنگ کے اغراض ومقاصد کہا جاتا ہے۔ ایران وعراق کی جنگ میں ایسا نہیں تھا کہ کوئی کمانڈر یہ کہے کہ فلاں علاقہ یا فلاں شہر کو اپنے قبضہ میں لینا ہے۔ اب جو بھی ہو اس سے مطلب نہیں ہے! بلکہ سب سر جوڑ کر بیٹھتے تھے اور لائحہ عمل تیار کرتے تھے کہ اگر فلاں علاقے یا فلاں شہر پر حملہ کریں گے تو کتنے لوگ شہید ہوں گے۔ کیا کم تعداد کی قربانی دینی ہوگی یا نہیں شہیدوں کی تعداد زیادہ ہوگی۔ اگر شہیدوں کی تعداد زیادہ ہونے کی توقع ہے تو جنگ نہیں کریں گے۔ بہت ایسا ہوا کہ عراق کے ایک شہر کو قبضہ میں لینا ممکن تھا لیکن زیادہ لوگوں کو قربان ہونا پڑتا اس لیے اس ارادہ سے دست بردار ہو جاتے تھے، کیونکہ قتل کرنا یا شہر کو قبضہ میں لینا مقصد نہیں تھا۔ "عملیات والفجر" (والفجر مقدماتی نامی حملہ) جب جنگ کا نقشہ امام خمینیؒ کے پاس لے جایا جاتا ہے تو امام خمینیؒ نے ایک پہاڑی کے نقطہ پر انگلی رکھتے ہوئے کہا: اس پہاڑی پر کس لیے قبضہ کرنا چاہتے ہو؟ کسی نے کہا: کوئی فائدہ نہیں بس یہ کہ اگر اس پر قبضہ کر لیا تو بڑی دھوم مچے گی ہر جگہ ہمارا چرچا ہوگا۔ امام خمینیؒ نے کہا: ہم اس بات کے لیے حاضر نہیں ہیں کہ عوام کے بچے قتل کیے جائیں اور اس کے بدلے میں ہم وہ چیز حاصل کریں جس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اسے نقشہ سے مٹاؤ۔

یہ چیزیں جنگ کے مقاصد میں فقط دھوم مچانے اور ساری دنیا پہ اپنا رعب جمانے کے لیے ہم عوام کے بچوں کو قربان نہیں کریں گے۔ ایسے اغراض ومقاصد دنیا میں کہیں بھی نہیں ہیں۔ اگر اس طرح ہم دین کو دیکھیں واقعاً دین کے پاس دفاعی نظام ہے۔ یعنی جنگ اور دفاع کے سلسلہ میں ایک منظم پروگرام ہے جس میں مبانی واصول سے اسٹراٹیجک، احکام اور اہداف سب کچھ موجود ہے۔ **(جاری)**

☆......☆......☆

ISSN No.2455-636X

غزوۂ بدر کے بعد شوال 3 ہجری مطابق 23 مارچ 625 عیسوی بروز سنیچر غزوۂ اُحد کا معرکہ ہوا، حالانکہ بدر و احد کے درمیان بھی چند سرایا اور غزوات ہوئے لیکن وہ معمولی حیثیت رکھتے ہیں۔ غزوۂ بدر کے بعد دراصل غزوۂ احد ہی ایک غیر معمولی اور قابل ذکر غزوہ ہے جس میں کچھ مومنین کے "مال غنیمت کی لالچ" کی وجہ سے جیتی ہوئی جنگ ہار میں بدل گئی۔

جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماہر تیر اندازوں کا ایک دستہ بھی منتخب کیا جو پچاس (50) مردانِ جنگی پر مشتمل تھا، ان کی کمان حضرت عبداللہ بن جبیر بن نعمان دوسی بدری رضی اللہ عنہ کو سپرد کی اور انہیں وادی قناۃ کے جنوبی کنارے پر واقع ایک چھوٹی سی پہاڑی پر جو اسلامی لشکر کے کیمپ سے کوئی ڈیڑھ سو (150) میٹر جنوب مشرق میں واقع ہے تعینات فرمایا، اس کا مقصد ان کلمات سے واضح ہے جو آپ نے ان تیر اندازوں کو ہدایات دیتے ہوئے ارشاد فرمائے، صحیح بخاری کے الفاظ کے مطابق آپ نے یوں فرمایا:

"اگر تم دیکھو کہ ہمیں چڑیاں اچک رہی ہیں تو بھی اپنی جگہ نہ چھوڑنا یہاں تک کہ میں بلا بھیجوں اور اگر تم لوگ دیکھو کہ ہم نے قوم کو شکست دے دی ہے اور انہیں کچل دیا ہے تو بھی اپنی جگہ نہ چھوڑنا یہاں تک کہ میں بلا بھیجوں" (متفق علیہ)

پشت کی جانب سے آپ مطمئن ہو گئے کہ اب یہاں سے دشمن مومنین پر حملہ نہیں کر پائے گا، اس کے بعد آپ نے اسلامی لشکر کی ترتیب و تنظیم قائم کی!

جنگ بدر کی طرح جنگِ احد میں بھی اسلامی لشکر کی تعداد اور جنگی سامان مکی لشکر سے بہت کم تھا، جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

"اسلامی لشکر ایک ہزار (1000) مردانِ جنگی پر مشتمل تھا، جن میں سو (100) زرہ پوش تھے اور پچاس (50) گھوڑے تھے"

(الرحیق المختوم صفحہ 391، بحوالہ زاد المعاد 2/92 مولف ابن قیم)

لیکن واقدی کا بیان ہے کہ صرف دو گھوڑے تھے ایک رسول اللہ ﷺ کے پاس اور ایک ابو بردہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ (فتح الباری 7/350)

دوسری طرف اہل مکہ جنگِ احد میں زبردست تیاری کے ساتھ آئے تھے کیونکہ جنگِ بدر میں انہیں اپنے عزیزوں کے قتل کا جو صدمہ برداشت کرنا پڑا تھا اس کے سبب وہ مسلمانوں کے خلاف غیظ و غضب سے کھول رہے تھے، اس لئے مشرکین مکہ جنگ احد میں بھرپور تیاری کے ساتھ آئے تھے۔ مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری نے اپنی مشہور و معروف تالیف الرحیق المختوم کے صفحہ 387 پر باب باندھا ہے:

قریش کا لشکر، سامانِ جنگ اور کمان: قریش کے اپنے افراد کے علاوہ اُن کے حلیفوں اور احابش کو ملا کر مجموعی طور پر کل تین ہزار (3000) فوج تیار ہوئی، اس لشکر میں کچھ عورتیں بھی شامل ہوئیں جن کی تعداد پندرہ (15) تھی، سواری اور بار برداری کے لئے تین ہزار (3000) اونٹ تھے اور رسالے کے لئے دو سو (200) گھوڑے تھے، حفاظتی ہتھیاروں میں سات سو (700) زرہیں تھیں۔

مکی لشکر کی تنظیم: مکی لشکر کا سپہ سالار ابوسفیان تھا جس نے قلب لشکر میں اپنا مرکز بنایا تھا، میمنہ پر خالد بن ولید اور میسرہ

ISSN No.2455-636X

پر عکرمہ بن ابوجہل تھا، پیدل فوج کی کمان صفوان بن امیہ کے پاس تھی اور تیر اندازوں پر عبداللہ بن ربیعہ مقرر تھے۔

کیونکہ قریشی پرچم، بنی عبدالدار کے باپ عبدالدار نے ہی بنایا تھا اسی لئے پرچم اٹھانے کا اعزاز بنی عبدالدار کے ساتھ مخصوص ہو گیا تھا لہٰذا جنگوں میں پرچم ہمیشہ بنی عبدالدار کے ہی کسی فرد کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔

ادھر اسلامی پرچم حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں میں تھا اور آپ نے علمبرداری کا پورا حق ادا کیا، ملاحظہ فرمائیں:

"یونس بن بکیر نے ابن اسحاق کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے اسلامی علم حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کو دیا تھا، جنگ شروع ہونے پر حضرت علیؓ چند دوسرے مسلمانوں کو لے کر مشرکین پر زبردست حملے کر رہے تھے، اسی دوران حضرت علیؓ نے دشمن کی ایک صف کے سامنے جا کر باآواز بلند کہا: "اَنَا اَبُو الْقُصَم" (یعنی میں وہ شخص ہوں جو دشمن کے جوڑ جوڑ توڑ کر رکھ دوں گا)، علیؓ کی زبان سے یہ سن کر بنی عبدالدار کا ابوسعد بن ابوطلحہ جو مشرکین کا علمبردار تھا چلا کر بولا: اے "اَنَا اَبُو الْقُصَم" کیا تم کوئی مبارز طلب کر رہے ہو؟ اتنا کہہ کر وہ خود ہی ان کے مقابلے کو آگے بڑھ آیا، اُس کے اور حضرت علیؓ کے درمیان دو دو وار وں کے مقابلے کے بعد حضرت علیؓ نے اُس کے شانے پر ایک کاری ضرب لگائی لیکن پھر پلٹ کر واپس آ گئے، جب ان کے بعض ساتھیوں نے پوچھا کہ وہ ابوسعد کو قتل کئے بغیر کیوں پلٹ آئے تو حضرت علیؓ نے فرمایا: "وہ کم بخت زخم کھا کر میرے سامنے ننگا ہو گیا تھا لہٰذا اُس بے شرم پر مجھے دوبارہ تلوار اٹھاتے شرم آ گئی، اُس کے دل سے حجاب اٹھا کر اللہ تعالیٰ نے خود ہی اُسے قتل کر دیا"۔ (تاریخ ابن کثیر (البدایہ والنہایہ) جلد چہارم صفحہ 23، مولف علامہ ابن کثیر۔ سیرت النبیؐ جلد دوم صفحہ 55، مولف ابن ہشام۔ سیرت النبیؐ جلد دوم صفحہ 37، مولف علامہ ابن کثیر)

اس کے بعد مشرکین کی صفوں میں سے بنی عبدالدار کا ہی ایک اور علمبردار طلحہ ابن ابوطلحہ نکل کر باہر آیا اور مبارز طلب کیا کہ:

"کون ہے جو میرے مقابلے کو آئے، اس نے کئی بار مسلمانوں کو للکارا مگر کوئی بھی اسلامی صفوں میں سے نہیں نکلا، آخر طلحہ نے پکار کر کہا: تم میں کون ہے جو مجھے اپنی تلوار کے ذریعہ جلد از جلد جہنم میں پہنچا دے یا جلد از جلد میری تلوار کے ذریعہ جنت میں پہنچ جائے، لات وعزیٰ کی قسم تم جھوٹے ہو، اگر تم اپنے عقیدے پر یقین رکھتے تو یقیناً تم میں سے کوئی نہ کوئی اس وقت میرے مقابلے کے لئے نکل آتا"

شیر خدا کے ہاتھوں طلحہ جہنم رسید: یہ سن کر حضرت علیؓ اسلامی صفوں سے نکل کر اس کے سامنے پہنچ گئے، دونوں میں تلواروں کے وار شروع ہوئے تھے کہ اچانک حضرت علیؓ اس پر جھپٹے اور اس کو زمین سے اکھاڑ کر نیچے دے پٹخا اور تلوار کے وار سے اُس کی ٹانگ کاٹ دی، گرنے کی وجہ سے طلحہ کے جسم کے پوشیدہ حصے کھل گئے، حضرت علیؓ اُسے یوں ہی چھوڑ کر وہاں سے لوٹ آئے، اُس پر مزید وار نہیں کئے، اس پر بعض صحابہ نے حضرت علیؓ سے کہا: آپ نے اُسے قتل کیوں نہیں کیا، حضرت علیؓ نے کہا: اُس کی شرمگاہ کھل گئی تھی اور اُس کا رخ میری طرف تھا، اس لئے مجھے اُس پر رحم آ گیا اور میں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے ہلاک کر دیا ہے"

(غزوات النبیؐ مولف علامہ علی بن برہان الدین حلبی، صفحہ 214۔ سیرت مصطفیٰؐ جلد دوم، مولف مولانا محمد ادریس کاندھلوی صفحہ 198۔ سیرت النبیؐ جلد اول، مولف علامہ شبلی نعمانی، صفحہ 227۔ سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ 159۔ تاریخ ابن خلدون، جلد دوم صفحہ 89)

اس کے بعد بنی عبدالدار کے ایک اور شخص ارطاۃ بن شرجیل نے پرچم سنبھالا، اسے بھی حضرت علیؓ نے قتل کر دیا۔

(سیرت مصطفیٰؐ، جلد دوم، مولف مولانا محمد ادریس کاندھلوی صفحہ 199۔ الرحیق المختوم، صفحہ 420۔ طبقات ابن سعد، جلد اول، صفحہ 277)

ابن ہشام نے طلحہ ابن ابوطلحہ کے قتل پر حضرت علی علیہ السلام کی مدح میں حجاج سلمی کے اشعار بھی درج کئے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

ISSN No.2455-636X

حجاج سلمی کے اشعار: ابن ہشام نے کہا: اِن اشعار میں حجاج امیر المومنین حضرت علیؑ کے مدح خواں ہوتے ہوئے اس بات کا ذکر کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے طلحہ بن ابوطلحہ بن العزی بن عثمان بن عبدالدار کو قتل کیا تھا جو مشرکین کی طرف سے علمبردار تھا:

لِلّٰہِ اَیُّ مُذَبِّبٍ عَنْ حُرْمَۃٍ　　اَعْنِیْ ابْنَ فَاطِمَۃَ الْمُعِمَّ الْمُخْوَلَا

سَبَقَتْ یَدَاکَ لَہٗ بِعَاجِلِ طَعْنَۃٍ　　تَرَکَتْ طُلَیْحَۃَ لِلْجَبِیْنِ یُجَدَّلَا

وَ شَدَدْتَ شَدَّۃَ بَاسِلٍ فَکَشَفْتَہُمْ　　بِالْجَرِّ اِذْ یَہْوُوْنَ اَخْوَلَ اَخْوَلَا

ترجمہ: "خدارا بتاؤ! عزت وحرمت کی مدافعت کرنے والا کون ہے؟ میری مراد حضرت علیؓ ابن ابی طالب جو ابن فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بھی ہیں، سے ہے، جو کہ نہایت شریف ماموں اور چچاؤں والے ہیں، اے علیؓ! تیز نیزہ مارنے میں آپ کے ہاتھوں کی چابک دستی طلحہ سے سبقت لے گئی اور نیزے کی مار نے اسے زمین پر منہ کے بل لوٹ پوٹ کردیا اور آپ نے ایک بہادر اور شجاع آدمی کی طرح ایسا سخت حملہ کیا کہ کفار کی صفیں احد کے دامن میں چھانٹ کر رکھ دیں اور وہ یکے بعد دیگرے گرتے ہی چلے گئے"۔ (سیرت ابن ہشام، جلد دوم، صفحہ 159)

ابن ہشام نے حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں ابوسعد بن ابوطلحہ اور طلحہ بن ابوطلحہ کے قتل ہونے کے علاوہ چار(4) نام اور درج کئے ہیں جنہیں حضرت علی علیہ السلام نے قتل کیا جو مندرجہ ذیل ہیں:

1- عبداللہ بن حمید بن زہیر بن حارث بن اسد۔ 2- ابوالحکم بن الاخنس بن شریق بن عمرو بن وہب ثقفی بنو زہرہ بن کلاب کا حلیف۔ 3- ابوامیہ بن ابوحذیفہ بن مغیرہ اسی قبیلے کا فرد ہے۔ 4- صواب ابویزید کا حبشی غلام۔ (سیرت ابن ہشام، جلد دوم، صفحہ 119)

بہر حال! مشرکین کے علمبردار ایک کے بعد ایک میدان میں آتے گئے اور مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوتے گئے، مشرکین کے ان علمبرداروں میں سے آدھے سے بھی زیادہ کو صرف حضرت علیؓ نے اکیلے ہی قتل کیا، ملاحظہ فرمائیں:

"مشرکین کے لشکر سے یکے بعد دیگرے بارہ (12) علمبردار میدان میں آئے اور مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے، ان میں سے آٹھ کو صرف حضرت علیؓ نے قتل کیا، ان علمبرداروں میں سے جب ایک قتل ہوتا اور علم گرتا تو دوسرا آکر اٹھالیتا تھا، اس طرح جب آخری علمبردار صواب قتل ہوا تو پھر کسی میں علم اٹھانے کا حوصلہ نہ رہا اور وہ جھنڈا اسی طرح پڑا رہا اور مشرکین کی فوج میں بھگدڑ مچ گئی"۔ (تاریخ عالم اسلام، صفحہ 161، مولف پروفیسر محمد نعیم صدیقی۔ رحمۃ للعالمین، جلد اول، صفحہ 199، مولف قاضی محمد سلیمان منصور پوری۔ تاریخ اسلام جلد اول، صفحہ 161، مولف اکبر شاہ نجیب آبادی)

حالانکہ حضرت حمزہؓ شہید ہوگئے تھے لیکن اس کے باوجود بھی مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا۔

مشرکین کے بارہ (12) علمبردار قتل ہونے کے بعد مشرکین میں بھگدڑ مچ گئی، مشرکین کے ساتھ ساتھ ان کی عورتیں بھی بھاگ رہی تھیں، عبداللہ بن زبیر کا بیان ہے کہ ان کے والد نے فرمایا: واللہ میں نے دیکھا کہ ہندہ بنت عتبہ اور اُس کی ساتھی عورتیں کپڑے اٹھائے بھاگی جارہی ہیں اور اُن کی پنڈلیاں نظر آرہی ہیں، اس بھگدڑ کے عالم میں مسلمان، مشرکین پر تلوار چلاتے اور مال سمیٹتے ہوئے اُن کا تعاقب کر رہے تھے، کچھ دیر میں ہی مشرکین کیمپ سے پرے بھاگ گئے، بلاشبہ مشرکین کی شکست فاش تھی۔ (متفق علیہ)

تیر اندازوں کی خوفناک غلطی: پہاڑی مورچے پر ڈٹے تیر اندازوں نے جب یہ دیکھا کہ مسلمان مالِ غنیمت لوٹ رہے ہیں تو وہ بھی مورچہ چھوڑ کر مالِ غنیمت لوٹنے والوں میں جا شامل ہوئے، پہاڑی مورچے پر اُن کے کمانڈر عبداللہ بن جُبیر اور اُن کے نو (9) ساتھی باقی رہ گئے، خالد بن ولید نے بھاگتے بھاگتے اس مورچے کو کمزور دیکھ کر حملہ کیا اور چند لمحوں میں عبداللہ بن جُبیر اور اُس کے ساتھیوں کو

ISSN No.2455-636X

مار کر مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کر دیا اور قبیلہ بنی حارث کی ایک عورت عمرہ بنت علقمہ نے لپک کر زمین پہ پڑا مشرکین کا جھنڈا اٹھا لیا۔ پھر کیا تھا، بکھرے ہوئے مشرکین اس کے گرد سمٹنے لگے اور ایک نے دوسرے کو آواز دی، اب مسلمان آگے اور پیچھے دونوں طرف سے گھر گئے اور ان میں بھگدڑ مچ گئی۔

علامہ شبلی نعمانی اپنی "سیرت النبیؐ" میں درج کرتے ہیں کہ:

"اس ہلچل اور اضطراب میں اکثروں نے تو بالکل ہمت ہار دی لیکن حضرت علیؓ تلوار چلاتے اور دشمنوں کی صفیں الٹتے جاتے تھے، دَل کا دَل ہجوم کی طرح بڑھتا تھا لیکن ذوالفقار کی بجلی سے بادل کی طرح پھٹ کر رہ جاتا تھا" (سیرت النبیؐ، جلد اول، صفحہ 229، مولف علامہ شبلی)

اس افراتفری، ہلچل اور اضطراب میں زیادہ تر صحابہ، رسول اکرمؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے، صرف چند صحابہ ثابت قدم رہے۔ اللہ تعالیٰ غزوۂ احد میں صحابہ کے اس فرار کے سلسلے میں فرماتا ہے کہ: "جب کہ تم چڑھے چلے جا رہے تھے اور کسی کی طرف توجہ تک نہیں کرتے تھے اور اللہ کے رسولؐ تمہیں تمہارے پیچھے سے آوازیں دے رہے تھے" (آل عمران، آیت 153)

لیکن یہ مسلم ہے کہ حضرت علیؑ اور ان جیسے چند جانثار ہی غزوۂ احد میں ثابت قدم رہے ملاحظہ فرمائیں:

"ایسا وقت بھی آ گیا کہ چند مجاہدین کے سوا جن میں علی ابن ابوطالب اور ان جیسے اور لوگ بھی تھے باقی ہر مجاہد کو اپنی جان کی فکر ہو گئی" (حیات محمدؐ، صفحہ 466، مولف محمد حسنین ہیکل)

تاریخ یعقوبی میں تو درج ہے کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف تین آدمی باقی رہ گئے تھے، حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور طلحہؓ"۔ (تاریخ یعقوبی، جلد دوم، صفحہ 76)

حضرت علیؑ اور حضرت طلحہؓ کی ثابت قدمی تو اس بات سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ:

"جب رسول اللہ ایک گڑھے میں گر گئے تو حضرت علیؓ نے آپ کو گڑھے سے نکالا اور حضرت طلحہؓ نے سنبھالا"

(اصح السیر، صفحہ 105، مولف مولانا ابوالبرکات عبدالرؤف قادری دانا پوری۔ پیغمبر اعظم و آخر، صفحہ 512، مولف ڈاکٹر نصیر احمد ناصر پاکستان۔ حیات محمدؐ، صفحہ 467، مولف محمد حسنین ہیکل۔ غزوات النبی حلبی، صفحہ 235۔ متفق علیہ)

بہر حال! حضرت علی علیہ السلام نے غزوۂ احد میں اپنی ثابت قدمی، جواں مردی، زور آوری، بہادری اور فن سپہ گری کی وہ مثال قائم کی کہ ایسی کوئی دوسرا آج تک پیش نہ کر سکا اور نہ کر سکے گا، اسی لئے آپ کی مدح میں ابن ہشام نے کہا کہ:

"بعض اہل علم نے بیان کیا کہ ابن ابی نجیح نے بتایا، جنگ احد کے موقع پر کسی نے یہ ندا لگائی:

لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفِقَارِ وَلَا فَتَى إِلَّا عَلِي۔ تلوار تو صرف ذوالفقار تلوار ہے اور کوئی جوان علی جیسا جوان نہیں۔ (سیرت ابن ہشام، جلد دوم، صفحہ 84)

☆......☆......☆

ISSN No.2455-636X

حمد باری تعالیٰ

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے مشہور خطبے "خطبہ اشباح" کے ابتدائی حصے کا منظوم ترجمہ

از: حجۃ الاسلام مولانا سلمان عابدی علی پوری

تمام حمد ہے مخصوص اس خدا کے لئے
امیر جو نہیں ہوتا عطا کے روکنے سے

نہ جود و فضل و کرم سے کبھی وہ رکتا ہے
نہ بخششوں میں کمی آتی ہے نہ تھکتا ہے

علاوہ اس کے " یہ صورت بہت نمایاں ہے"
کہ ہر سخی کی عطا میں کمی کا امکاں ہے

اور اس کے ماسوا یہ بھی بڑی حقیقت ہے
کہ ہر بخیل یہاں قابل مذمت ہے

وہ فائدوں سے بھری نعمتیں عطا کر کے
وہ رزق و روزی کی تقسیم کے تسلسل سے

تمام بندوں پہ احسان کرنے والا ہے
" وہ اپنی بخششیں ہر آن کرنے والا ہے"

یہ کائنات کی مخلوق اس کا کنبہ ہے
وہی ہر ایک کی روزی بھی دینے والا ہے

اور اپنے سارے عطایا کے طالبوں کے لئے
ہے رستہ کھول دیا اس نے راغبوں کے لئے

وہ اپنے مانگنے والوں کو بھی سدا بخدا
جو مانگتے نہیں، ان سے سوا نہیں دیتا

ہے ایسا پہلا نہیں جس کی ابتدا کوئی
کہ اس سے پہلے ہو معبود و کبریا کوئی

ہے آخر ایسا نہیں جس کی انتہا کوئی
کہ جس کے بعد بھی رہ جائے کوئی شئ باقی

بصارتوں کو نگاہوں کی اس نے ہے روکا
کہ اس کو دیکھیں یا ادراک کر سکیں اسکا

اثر زمانے کا اس پر کبھی نہیں پڑتا
کہ حال بدلے تغیر ہو اس میں کچھ پیدا

نہ اس کی جا ہے کوئی اور نہ ہے مکاں اسکا
کہ انتقال مکانی کا ہو گماں پیدا

وہ سونے چاندی کی دھاتیں کہ سانسیں بھر بھر کر
جنہیں پہاڑوں کے معدن میں پھینکتے باہر

وہ موتی اور وہ مرجان کی کٹی شاخیں
کہ جنکو سیپیاں ہنس کر اچھال دیتی ہیں

وہ بخش دے تو کرم پر اثر نہیں پڑتا
ذخیرہ اس کی عطاؤں کا گھٹ نہیں سکتا

پھر اس کے بعد بھی اتنے خزانے ہوں گے کہ بس
جنہیں گھٹا نہیں سکتی ہے سائلوں کی ہوس

کہ وہ جواد و کریم و سخی ہے کچھ ایسا
فقیر سائلوں کو دے کے جو نہیں ہوتا

نہ ہی فقیروں کا حد سے بڑھا ہوا اصرار
اسے بخیلی پہ کرسکتا ہے کبھی تیار

منقبت امام رضا علیہ السلام

استاذ الاساتذہ حجۃ الاسلام مولانا ارشاد حسین ارشاد معروفی، پورہ معروف کرتھی جعفرپور ضلع مئو۔

ہزاروں مسلمان روضے پہ آکے
طوافِ عقیدت کریں سر جھکا کے

کوئی علم کا جتنا دعویٰ بھی کرلے
برابر نہیں نقشِ پائے رضا کے

ہے بچپن میں بھی علم کا رعب اتنا
حکومت چلی در پہ شاہ ہدیٰ کے

جو نکلا ہے گھر سے ضمانت میں تیری
مسافر وہ ہے امن میں اب خدا کی

ISSN No.2455-636X

ہُوا شیر قالین زندہ حقیقت — اشارے ملے تجھے جو حکم رضا کے

ضرورت پڑی گر ولایت کی دیں کو — حکومت بھی کی دشمن حق کو بچا کے

فضائل سمندر میں ارشادؔ قطرہ — کھڑا ہے وہ ساحل پہ تیری ثنا کے

قصیدہ امام رضا علیہ السلام کی شان میں

جناب ماسٹر غلام رضا کربلائی جلالپور

سجے ہیں تخت و تاج وہ ہیبت رضاؑ کی ہے — روضے سے آشکار جلالت رضاؑ کی ہے

بزم ولا سجی ہے عقیدت سے آئیے — اس بزم منقبت میں بھی شرکت رضاؑ کی ہے

جو لکھ کے پڑھ رہا ہوں مولا کی دین ہے — اللہ کا کرم ہے عنایت رضاؑ کی ہے

در سے نہ خالی ہاتھ کوئی ان کے جائے گا — مشہور کل جہاں میں سخاوت رضاؑ کی ہے

میں دیکھ لوں نگاہوں سے یارب وہ رونقیں — سنتا ہوں عرش طوس پہ جنت رضاؑ کی ہے

مولا ضرور اس کو بلائیں گے اپنے پاس — جس شخص کو خلوص سے چاہت رضاؑ کی ہے

ٹھوکر لگائی چشمہ شیریں ابل پڑا — یہ دیکھ کر عوام میں شہرت رضاؑ کی ہے

شے قیمتی تھی جو بھی وہ دیدی غریب کو — دنیا جواب لائے عنایت رضاؑ کی ہے

قطعۂ تعزیت

مرحوم پروفیسر جناب سید ابوالقاسم صاحب الہ آباد (یوپی) انڈیا کے سانحۂ ارتحال پر

جناب شہاب کاظمی جرولی

ابو القاسمؔ سا عالم اٹھ گیا ہم رہ گئے جیتے — سپہر کج روش تونے ستم کیسا یہ توڑا ہے

عداوت ہم سے تھی تجھ کو تو بدلا ہم سے لینا تھا — رفیقوں سے ہمارے اے فلک کیسا یہ بدلا ہے

ضمیرؔ (۱) و طالبؔ و فرمانؔ و محسنؔ منتظر نقوی — ہمارے دوست تھے یہ جن کو تونے ہم سے چھینا ہے

وہ سب مومن تھے نکتہ داں تھے مولائی تھے عارف تھے — پتہ بھی ہے فلک دل تونے کس کس کا دکھایا ہے

اگر فردوس میں تو جھانک کر دیکھے تو دیکھے گا — فلک قد ابو القاسم تری قامت سے اونچا ہے

ابو القاسم خطیب آل تھے بے مثل و بے ہمتا — دہن سے مشک و عنبر جن کی ہر مجلس میں برسا ہے

ابو القاسم مرنجاں و مرنج اک سادگی پیکر — پروفیسر وہ جس نے زندگی بھر علم بانٹا ہے

وہ عالم تھے مفکر تھے مبلغ تھے مقرر تھے — کہ لفظ علامہ ان کی قامت زیبا پہ چھوٹا ہے

بہے مرگ ابو القاسم پہ آنسو جب تو دل بولا — یہاں آیا ہے جو اک روز اس کو لوٹ جانا ہے

نہ ہم کو صبر کا یارا، نہ اشکوں پر ہمیں قابو — خدا کے آگے مجبور نفس انسان کتنا ہے

خدا رکھے سلامت ڈاکٹر رضوان کو ورنہ(۲) — الہ آباد میں ہر سو اندھیرا ہی اندھیرا ہے

شہابؔ اک دوست لکھ کر اس کو اپنا قد ذرا دیکھو — جناں میں بھی قد و قامت کا جس کی آج چرچا ہے

(۱) ضمیر اختر نقوی، طالب جوہری، فرمان حسین (علی گڑھ)، منظور محسن (علی گڑھ)۔ (۲) ڈاکٹر سید رضوان رضوی امام الٰہیات پہ اصل عنوان یاد نہیں پھر بھی ہمارے مشترکہ دوست ہیں۔

ISSN No.2455-636X

ہمارے علماء (۹۹)

ڈاکٹر محقق مولانا شہوار حسین نقوی
Mob:. 9319901464

مولانا ضمیر حسن سمند پوری
ایک تعارف

ضلع اعظم گڑھ کے قصبے سمندر پور کی نامور ہستیوں میں مولانا ضمیر حسن کو نمایاں حیثیت حاسل ہے آپ نے ۱۷/دسمبر ۱۹۵۵ کو وجود ہستی تن کیاآپ کے والد ماجد جناب شیخ حسن عسکری دیندار بزرگ تھے ان کی خواہش تھی کہ فرزند کو دینی تعلیم سے آراستہ کریں اس غرض سے آپ کا داخلہ وثیقہ عربی کالج فیض آباد میں کرایا جہاں آپ نے مولانا سید وصی محمد صاحب طاب ثراہ و مولانا محمد احمد صاحب اعلی اللہ مقامہ جیسے اساتذہ سے کس فیض کر کے مقدمات کو مضوط کیا۔

تعلیمی سلسلے کو آگے بڑھانے کے لئے ۱۹۷۱ء میں ہندوستانی کی معرف درسگاہ مشارع الشرائع المعروف بہ جامعہ ناظمیہ لکھنؤ میں داخلہ لیا اور درجہ عالم سے تعلیم کا سلسلہ شروع کیا آپ نے جامعہ ناظمیہ میں مولانا حکیم محمد اظہر، مولانا رسول احمد، مولانا سید ایوب حسین، مولانا روشن علی، اور مولانا سید محمد شاکر طاب ثراہم جیسے اکابرین کی بارگاہ میں زانوئے ادب تہہ کر کے ۱۹۷۷ء میں ممتاز الافاجل کی سند حاصل کی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ تبلیغی امور میں مشغول ہوئے اور متعدد شہروں میں تبلیغ دین کے فرائض انجام دیئے۔ ۱۷/سال تلاجہ ض رحمۃ اللہ علیہ ع بھاؤ نگر گجرات میں امام جمعہ کے منصب پر رہ کر اعلیٰ پیمانے پر تبلیغی خدمات انجام دیں آپ نے اپنے خطبوں سے نوجوانوں کو دین کی طرف متوجہ کیا اور پابند شریعت بنایا۔

۱۹۹۷ء میں مڈگاسکر افریقہ تشریف لے گئے اور وہاں تقریباً ۵ سال تک دینی امور انجام دیئے۔ ہندوستان مراجعت کے بعد دوبارہ تلاجہ میں ہی خدمت کا سلسلہ شروع کیا۔ اس کے بعد احمد آباد گجرات میں امام جمعہ مقرر ہوئے اور ترویج دین کرتے رہے۔ آپ اعلیٰ تدریسی صلاحیتوں کے حامل ہین۔ ۲۰۱۰ء میں آپ کا تقرر بحیثیت استاد مدرسہ حامد المدارس پہانی ضلع ہر دوئی میں ہوا جہاں آپ درجات عالیہ کی تدریس میں مشغول ہیں۔

آپ نہایت شفیق اور مہربان استاد اور بڑے خلیق ملنسار عالم دین ہیں۔ خداوند قدوس آپ کا سایہ کو تادیر سلامت رکھے۔ ☆......☆......☆

ISSN No.2455-636X

آہ! مولانا لیاقت رضا صاحب

الحاج مولانا سید حیدر عباس رضوی (آل باقر العلوم)
موبائل نمبر: 8736075323

تاریخ اور جائے ولادت: حجۃ الاسلام مولانا مرحوم سید لیاقت رضا صاحب ۱۹۳۵ء، صوبہ مہاراشٹر، شہر اورنگ آباد میں ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد عالیجناب مولانا سید امداد حسین رضوی صاحب اور والدۂ گرامی اعلی اللہ مقامہما سے حاصل کی۔ اپنی مادر گرامی سے تمیز، تہذیب، اسلام کے آداب کے ساتھ ساتھ علم تفسیر اور علم حدیث کے نکات بھی ذہن نشین کئے۔

لکھنوی خاندان: بعض حضرات کا خیال ہے کہ مولانا مرحوم کے آباء واجداد اورنگ آبادی ہیں جبکہ دراصل آپ کا خاندان لکھنؤ کا ہے اس زمانہ میں اورنگ آباد کے مومنین خوف و ہراس سے اندرون خانہ، دروازے بند کر کے مجلسیں برپا کرتے تھے۔ وہاں علماء، خطباء اور مبلغین کی شدت سے ضرورت تھی۔ اسی لئے جناب مرحوم کے والد بزرگوار تبلیغ دین کی غرض سے ۱۹۱۷ء میں اورنگ آباد پہنچے تبلیغ کی شروعات اپنے اخلاق و کردار سے کی، جب لوگوں میں اپنے آپ کو منوالیا تو آہستہ آہستہ منبر سے مجلسیں پڑھنا شروع کیں جو وہاں ایک عرصے سے بند ہو چکی تھیں۔

مولانا سید امداد حسین صاحب نے ۴۲ سال تک وہاں مذہب حقہ کی نشر و اشاعت کی خدمات انجام دیں۔ عمر کے آخری حصہ میں مرحوم مولانا سید امداد حسین صاحب کو کافی دشواریوں مشقتوں اور بعض اپنوں کی بے وفائیوں کا سامنا کرنا پڑا۔

سلطان المدارس میں داخلہ: تقریباً ۱۹۵۷ء میں مولانا سید لیاقت رضا صاحب لکھنؤ آئے اور سلطان المدارس میں داخلہ ہوا۔ دو سال مدرسہ میں پڑھنے کے بعد ۲۴ سال کی عمر میں (۱۹۵۹ء) آپ کے سر سے ایک شفیق باپ کا سایہ اٹھ گیا اور اس کے چھ سال بعد ۱۹۶۵ء میں ہمہ وقت اپنے بچوں کی صحت، سلامتی، عزت و ترقی کی دعائیں کرنے والی ماں بھی اس دار فانی سے کوچ کر گئیں ان دونوں غموں کے ساتھ ساتھ حالات اتنے بد سے بدتر ہوتے گئے کہ مولانا مرحوم اندر سے ٹوٹ گئے تھے والدین کے انتقال کے بعد حالات کے پیش نظر بڑے بھائی اور بہن نے پاکستان ہجرت کرنے کو بہتر سمجھا لیکن مولانا مرحوم اور ان کے منجھلے بھائی جناب سید احمد رضا صاحب اپنے خاندان کے باقی افراد کے ساتھ ہندوستان ہی میں رہے۔

دوست و احباب: ان سخت حالات میں مولانا مرحوم کے دوستوں اور اساتذہ کا سہارا ملا۔ مرحوم کو کافی اچھے دوست ملے۔ اکثر تو اس دنیا میں نہ رہے خداوند عالم ان سب کی مغفرت کرے اور جو باقی ہیں خداوند عالم ان کو اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین۔

انہیں دوستوں میں سے ایک مولانا ابن حسن املوی صاحب قبلہ بھی ہیں جنھوں نے اپنے تعزیتی پیغام میں جو اودھ نامہ تاریخ ۵ رمئی ۲۰۲۱ء بروز بدھ شائع ہوا تھا۔ ان دوستوں اور ساتھیوں کے نام ذکر کئے ہیں جو میں یہاں نقل کر رہا ہوں:

مولانا مسرور حسن مجیدی مبارک پوری، مولانا محمد مظہر حسین معروفی، مولانا شفیق حسین جلالپوری، مولانا سید محمد کشمیری، مولانا سید مرید حسین کشمیری، مولانا اسرار حسین سرائے میری، مولانا حسن مہدی مصطفیٰ آبادی جلال پور وغیرہ وغیرہ۔

قوی حافظہ اور کثیر معلومات: مولانا مرحوم شیریں زبان اور خوش بیان ہونے کے ساتھ ساتھ قوی حافظہ کے مالک بھی تھے۔ پیری میں بھی پے در پے تاریخی واقعات، اشعار، علمی نکات سناتے تھے کہ سننے والے محو ہو جاتے تھے۔ مولانا مرحوم خود فرماتے تھے کہ میں نے کثرت

ISSN No.2455-636X

سے مطالعہ کیا ہے اور سب حافظہ میں محفوظ ہے یہ تو ان کا بڑھاپا تھا جو میں نے دیکھا۔ آپ کی جوانی کے بارے میں عالیجناب مولانا ابن حسن املوی صاحب نے اسی تعزیتی پیغام میں جہاں مولانا مرحوم کو "نیک صالح، متقی، پرہیزگار" جیسی صفات سے یاد کیا وہیں وہ لکھتے ہیں "علمی و ادبی لطیفوں سے اپنے پاس اٹھنے بیٹھنے والوں خصوصاً نوجوانوں کو اپنا گرویدہ بنائے رہتے تھے۔ قصہ گوئی میں بھی آپ کا انداز نرالا تھا۔ قصہ گوئی لطیفہ گوئی میں شیر تبلیغ مولانا شیخ محمد حیدر واعظ سیتھلی طاب ثراہ کے بعد آپ کا نام لیا جاتا تھا۔

شعر و شاعری: مولانا مرحوم کو منظومات و شاعری میں بھی کافی دلچسپی تھی یا بہت سے اشعار، غزلیں، قصائد از بریاد تھے جب بھی مولانا مرحوم سے اشعار سننے کی خواہش کرتا تھا تو میر تقی میرؔ، انیسؔ، غالبؔ، اقبالؔ، جوشؔ، ساحر لدھیانوی، کے اشعار سناتے تھے۔ آپ نے بھی اہل بیت اطہارؑ کی شان میں کافی قصیدے کہے تھے جسے ان کے دوست واحباب لے گئے اور وہ ان قصائد کی نقل اتار کر اپنے پاس محفوظ نہ کر سکے جس کا انہیں بے حد افسوس تھا۔

بچپن میں سترہ یا اٹھارہ سال کی عمر میں صدموں سے چور ہو کر ایک نظم کہی تھی جس کا عنوان تھا "خلوصِ دل آزار"۔

میں نے ہر کردار کو جانا میں نے ہر گفتار کو پرکھا
ماضی، حال و مستقبل کی میں نے ہر رفتار کو پرکھا

پنڈت دیکھے ملا دیکھے میخانہ کی خاک بھی چھانی
تپتے صحراؤں سے گزرا، دیکھی گلشن چھاؤں سہانی

البیلوں اور متوالوں کے جھوٹے رشتے ناتے دیکھے
پیار کی ہر انمول ڈگر پر گرتے ٹھوکر کھاتے دیکھے

لیکن جب بھی میں نے ایک خلوص دل کی خواہش کی ہے
گویا خود ہی دل کو توڑا گویا غم سے سازش کی ہے

دو مصرعے کہے تھے جنھیں بعض ادباء نے بے حد پسند کیا تھا:

بہار چشم، خوں افشاں، خزاں نہ دیدہ ہو یارب
بخوں غلطیدن شاہ شہیداں لب دریا

اساتذہ: الغرض مولانا مرحوم نے ہندوستان میں کئی اساتذہ سے تحصیل علم کیا جیسے (۱) مولانا سید علی حسین صاحب جو بہار کے تھے، (۲) مولانا غلام رضا صاحب سے ہدایۃ الحکمت پڑھی، (۳) کچھ عرصہ مولانا محسن نواب صاحب سے پڑھا۔

اس زمانہ کے بڑے عالم و فاضل خطباء کی مجلسوں کو مجلس کے عنوان سے نہیں بلکہ درس سمجھ کر سنا اور سیکھا۔

پھر نجف اشرف میں آپ نے بہت سے جید علماء کی شاگردی اختیار کی جن میں سے کچھ غیر عرب اساتذہ بھی تھے جیسے مولانا جعفر حسین بن حاجی احمد حسین صاحب وزیر گنج لکھنؤ سے مزید علم صرف، علم نحو اور نہج البلاغہ پڑھی۔ یہ درحقیقت مولانا مرحوم کے اچھے دوست بھی تھے اور استاد بھی۔ (۲) دوسرے مولانا شیخ علی حسنین صاحب جونپوری جو مولانا مرحوم کے دوست اور استاد تھے۔ (۳) شیخ موسیٰ گلگتی جو نہرا کے رہنے والے تھے اور نہایت مقدس شخصیت تھی۔ خداوند عالم ان اساتذہ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

(۴) ایک افغانستان کے استاد تھے جن کا خود اپنے زمانہ کے علماء میں کافی نام تھا شیخ محمد علی مدرس جو مدرس افغانی کے نام سے مشہور تھے۔ ان سے بھی کچھ عرصہ کسب فیض کیا۔

(۵) جامعۃ الحجف میں عالیجناب شیخ مجتبیٰ لنکرانی سے تفسیر عالی کا درس لیا اور (۶) شیخ ہادی معرفت صاحب قدس اللہ اسرارہم سے بھی علم تفسیر قرآن کا درس لیتے رہے۔

پھر حالات کی مجبوری کی وجہ سے نجف اشرف کے حوزہ کو چھوڑنا پڑا اور ہندوستان واپس تشریف لائے کچھ عرصہ بعد اپنے (۷) استاد، پرنسپل سلطان المدارس آیت اللہ سید علی رضوی اعلی اللہ مقامہ کی سب سے چھوٹی صاحب زادی سے نکاح ہوا۔ جن سے دو بیٹیاں ہیں۔ زوجۂ اولیٰ کے انتقال

ISSN No.2455-636X

کے بعد مولانا مرحوم کا عقد ثانی عالیجناب مولانا سید محمد عباس رضوی آل باقر العلوم کی بڑی صاحب زادی سے ہوا جن سے دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔

مولانا مرحوم نے ہندوستان آنے کے بعد جولائی ۱۹۶۹ء میں احمد آباد کا سفر کیا اور وہاں نوجوانوں کی کمیٹی بنائی اور ان کو حلال وحرام، خمس وزکاۃ وقرأت قرآن واحادیث معصومینؑ سے آگاہ کیا۔ جس میں مولانا مرحوم بہت کامیاب رہے۔ احمد آباد کے اطراف میں بھی دورے کئے۔ ڈھولکا، موہ، راجولا، کوڈینار وغیرہ جیسے علاقوں میں گئے جہاں مدرسے تھے وہاں ان مدارس کے نظام اور نصاب کو مرتب کیا۔ لوگوں کو حجاب، خمس اور دیگر حلال وحرام کی طرف متوجہ کیا۔ شہر کوڈینار میں ایک ایجوکیشنل کمیٹی بنائی اور گیارہ ماہ خدمت دین انجام دی۔

کچھ ایسے بھی تھے جو سنی سے شیعہ بھی ہوئے، گجرات میں بڑی محنت سے ۱۹۷۵ء تک تبلیغ کے فرائض انجام دیئے آج بھی وہاں کے مومنین یاد کرتے ہیں۔

مولانا مرحوم کو ۱۹۸۰ء میں پہلی بار مڈاگاسکر بلایا گیا اور کچھ سال اپنے وطن اور اہل وعیال سے دور تبلیغی فرائض کی ادائیگی میں مجور رہے۔

وہاں بھی ایک جگہ نہیں رکے بلکہ مومنین کی تلاش میں اور ان کو حلال وحرام تعلیم کرنے کی غرض سے مختلف قصبوں کا سفر کیا۔ ان کے پرانے دوست بتاتے ہیں کہ آج بھی ماجونگا اور مورنڈاوا کے مومنین ان کا ذکر خیر کرتے ہیں۔

بیرون ملک تبلیغ: تقریباً ۱۹۹۰ء تک مڈاگاسکر، فرانس میں بعنوان مبلغ کام کرتے رہے مولانا مرحوم فرماتے تھے کہ ''جب مجھے محسوس ہوا کہ اب میں بوڑھا ہو رہا ہوں تو لکھنؤ کو اپنا مرکز بنایا اور وہاں دنیاوی تعلیم کے لئے تین اسکول کھولے کہ جن میں بعد میں دینی تعلیم بھی دی جائے۔ اس کام میں اپنے ہی لوگوں نے اندر سے مخالفت کی لیکن میں کام کرتا رہا۔ پھر مجھے جو بھی سہم سادات یا امداد کی کوئی رقم ملتی تھی وہ میں اپنی قوم کے غریبوں، فقیروں، بیواؤں میں تقسیم کرتا تھا۔ یہ سلسلہ ساٹھ سال چلتا رہا یہاں تک کہ مولانا مرحوم نے 'ولی العصرؑ' نام کی ایک سوسائٹی بنائی جس کے بعد مستحقین کو امداد پہنچانے کا کام منظم بھی ہو گیا اور بڑھ بھی گیا۔ جس کا پورا حساب کتاب جب سے کمیٹی وسوسائٹی میں کمپیوٹر خریدا گیا محفوظ ہے۔ اس سوسائٹی میں مولانا مرحوم کے دونوں بیٹوں نے بھرپور مدد کی ساتھ میں مولانا مرحوم کو دو دیانتدار بھائی بھی مل گئے تھے جن کے ذریعہ مستحقین تک مدد فراہم کرتے تھے۔ اسی طرح مولانا مرحوم نے خاموشی، خلوص اور رضائے الٰہی کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے یتیموں، مسکینوں غریبوں بیواؤں کی سرپرستی فرماتے رہے۔

امیر المومنینؑ سید الشہداؑ سے خاص شغف: انتقال سے کچھ مہینہ پہلے کئی بار مجھ سے فرمایا ''بیٹا دعا کرو کہ ایک آخری بار اور اس ضعیفی میں مجھے کربلا معلی اور دیگر عتبات عالیات کی زیارتیں نصیب ہو جائیں پھر وہیں مجھے موت آجائے اور وادی السلام میں دفن ہو جاؤں''۔

سید الشہداء امام حسینؑ سے ایک خاص شغف تھا کہ جب بھی حضرت کی مصیبت یاد کرتے تھے تو آواز گھٹ جاتی تھی اور آنکھیں نم ہو جایا کرتی تھیں۔ عمر کے آخری حصہ میں بھی شوق تحصیل علم دین ان کی زندگی میں بخوبی نظر آتا تھا۔ ۱۹۶۵ء کے نجف اشرف کی اس علمی اور معنوی فضا کو وہ بھولے نہیں تھے۔ بارہا مجھ سے کہتے تھے کہ دل چاہتا ہے پھر سے نجف اشرف جاؤں اور وہاں کے افاضل واساتذہ سے معارف اہل بیتؑ سیکھوں۔ وہ نجف اشرف میں کم عرصہ رہے اس کا ان کو بے حد افسوس تھا۔ آخر کار ۳ رمئی ۲۰۲۱ء مطابق شب ۲۰ رماہ رمضان سحر کے وقت انتقال سے کچھ دیر پہلے اپنے اہل خانہ کو جمع کیا اور مصائب حضرت امیر المومنینؑ سنے اور سنائے اور بہت گریہ فرمایا۔

۲۰ رماہ مبارک رمضان ۱۴۴۲ھ کی صبح کی اذان کے وقت دعوت اجل کو لبیک کہی۔ آپ کی نماز جنازہ آفتاب شریعت مولانا سید کلب جواد نقوی صاحب نے پڑھائی تدفین سے قبل مجلس جناب مولانا سید تصدیق حسین صاحب قبلہ نے انتہائی دلسوز انداز میں پڑھی جس میں لکھنؤ کے علماء و فضلاء اور مومنین نے شرکت فرمائی۔ آپ کو حسینیہ غفرانمآبؒ میں سپرد خاک کیا گیا۔ مجلس سیوم عالیجناب مولانا سید علی عباس رضوی آل باقر العلوم نے خطاب کی جو جامع مسجد تحسین گنج میں منعقد ہوئی۔ ☆......☆......☆

ISSN No.2455-636X

بیدار فکر صحافی

موت کی ابدی نیند سو گیا

سید محمد جابر جوراسی

کتنے خوش قسمت تھے روزنامہ اودھ نامہ کے بانی ایڈیٹر مرحوم وقار مہدی رضوی کہ وہ کووڈ ۱۹ کی شدتوں کو برداشت کرتے ہوئے ایرا میڈیکل کالج لکھنؤ میں جب ۶ رمئی ۲۰۲۱ کو آخری سانسیں لی تو سحر کا وقت تھا اور عبادت گزار دعاؤں نماز تہجد وغیرہ میں مصروف تھے۔ لکھنؤ کے وادیٔ السلام حسینیہ غفراں مآب میں آسودہ لحد ہونے کے بعد جو پہلی شب ان کو ملی وہ ماہ صیام کی آخری شب جمعہ تھی جو کثرت عبادت کی رات ہے۔

مبلغین سے اس خواہش کا اظہار کیا کرتے تھے کہ ایسی باتیں بتائیے جن پر عمل کرنے کے بعد ہم آخرت میں کچھ حاصل کر سکیں۔ پوری زندگی انہوں نے جس جدوجہد سے گذاری اور خلوص نیت کے ساتھ جو قومی خدمات انجام دیئے اس کا صلہ انہیں آخرت میں تو ملے گا ہی دنیا میں بھی انہوں نے رخصت کا ایسا وقت پایا کہ جس کی تمنا اللہ کے نیک بندے ہمیشہ کیا کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے مکان کے قریب مسجد نور محل کو واقعی نور محل بنا دیا وہاں بحمد اللہ آج بھی جمعہ و جماعت کا سلسلہ جاری ہے امامت کے فرائض مولانا شبر حسین واعظ انجام دے رہے ہیں۔

انہیں مجالس عزا سے بھی کمال عشق تھا مسجد نور محل میں انہوں نے باقاعدہ عشرہ محرم کی مجالس کا سلسلہ قائم کیا جو انشاء اللہ جاری رہے گا۔ لکھنؤ کی سر زمین پر ان کا پہلا بڑا کارنامہ تھا ایک ایسے روزنامہ کا اجرا کہ جس کے ذریعہ وہ اتحاد بین المسلمین کا پیغام عام کر سکیں اور قوم کی تعمیر و ترقی کے سلسلے میں مضامین سامنے لا سکیں۔ روزنامہ اودھ نامہ شائع ہوا، پھر ہندی میں بھی شائع ہونے لگا پھر اس میں توسیع ہوئی لکھنؤ کے ساتھ فیض آباد اور علی گڑھ سے بھی اس کی اشاعت ہونے لگی صفحات میں بھی غیر معمولی اضافہ ہوا اس روزنامہ کی ایڈیٹر اپنی شریک زندگی تقدیس فاطمہ کو بنایا اور انہیں کے نام رجسٹریشن کرایا۔ موجودہ حالات کے پیش نظر اگر صحافتی امور میں ماہر کوئی اسی رجسٹریشن پر اسی معاہدے کے تحت اودھ نامہ کو جاری رکھے تو بہتر ہے۔ اس سے مرحوم کا خانوادہ مالی دقتوں سے بھی محفوظ رہے گا۔

مرحوم وقار رضوی کی اہلیہ تقدیس فاطمہ فیض آباد کے مشہور وکیل سید آفتاب رضا ایڈوکیٹ کی بیٹی ہیں جو ایک اچھے وکیل قومیات میں دلچسپی رکھنے والی شخصیت، مداح اہل بیتؑ و ذاکر حسین علیہ السلام بھی تھے گزشتہ سال انہوں نے رحلت فرمائی۔ فیض آباد میں زمانہ طالب علمی میں ان سے میری ملاقات ہوتی رہتی تھی میں لکھنؤ آیا ماہنامہ الواعظ کی ادارت جب میرے سپرد ہوئی تو اس کے خریدار بنے پھر ماہنامہ اصلاح لکھنؤ کے وہ خریدار بنے یہ سلسلہ وقفہ وقفہ سے تا حیات جاری رہا۔ وقار رضوی انہیں کے داماد تھے وہ بھی قومیات میں بہت دلچسپی رکھتے تھے، بڑی امنگ اور حوصلے کے ساتھ قومی کام انجام دیتے تھے، روزنامہ اودھ نامہ تو ان کا کارنامہ تھا ہی اگر چہ مالی دقتوں اور سیاسی رسوخ میں زیادہ دلچسپی نہ لینے کے سبب صوبائی اور مرکزی حکومتوں کے اشتہارات زیادہ حاصل نہیں کر پاتے تھے اور اخباروں کا بغیر اشتہارات کے جاری رہنا 'کارے دارد' جبکہ وہ زیادہ صفحات کے ساتھ اس روزنامہ کو جاری رکھے ہوئے تھے، کارکنان ادارہ کے ساتھ ان کا سلوک انتہائی قابل تعریف تھا۔ ماہنامہ اصلاح کے کمپیوٹر آپریٹر مولانا محمد وصی دختر معروفی اودھ نامہ کے بھی کمپیوٹر آپریٹر رہے ہیں وہ بتاتے ہیں کہ اپنے کارکنان کے ساتھ ان کا سلوک انتہائی محبت والا ہوتا ہے۔ ماہ صیام

ISSN No.2455-636X

میں وہ روزہ دار کارکنوں کے لئے انتہائی پر تکلف افطار کا اہتمام کرتے، وہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ گزشتہ سال انتہائی سخت لاک ڈاؤن کے زمانے میں جب دکانیں بند تھیں، سڑک پر آمد و رفت مشکل تھی عملہ سوچتا تھا کہ کہاں سے افطار کا انتظام ہوگا پھر بھی وہ اچھا انتظام کرتے اور ایک لڑکا بروقت کہیں سے سامانِ افطار لے کر آجاتا۔ شاید اسی کا صلہ تھا کہ اسی مبارک مہینے کی شب قدر میں اس دنیا سے وہ رخصت ہوئے۔ مولانا محمد وصی اختر معروفی نے یہ بھی انکشاف کیا کہ وقار رضوی مرحوم کی سالگرہ کا خصوصی پروگرام ایک تقریب کی شکل میں ہم کارکنان ادارہ ۱۵ جنوری کو کرتے تھے وقار صاحب نے ایک سال دوران تقریر یہ وضاحت کی کہ ابتداءً ادارے پر ایک ایسا بھی وقت آگیا تھا کہ کوئی سرمایہ نہیں رہ گیا تھا میری اہلیہ تقدیس فاطمہ نے اپنا تمام زیور میرے سپرد کرکے کہا اسے فروخت کرکے آپ روزنامہ اودھ نامہ جاری رکھئے۔ اسی سرمایہ کی وجہ سے روزنامہ تعطل کا شکار ہونے سے بچ گیا۔ وہ عملے کو بروقت تنخواہ پہونچانے کے تحتی سے پابند تھے، کبھی کبھی مہینے کے آخر میں جب ان کے پاس پیسہ کم ہوتا تو خود تو متفکر رہتے لیکن کہیں نہ کہیں سے تنخواہوں کا انتظام کرکے وہ اپنے کارکنان کو متفکر ہونے سے بچالیتے۔ مالی دقتوں نے سر اٹھایا تو اخبار کے صفحات کم ہوئے عملے میں بھی تخفیف کرنا پڑی۔

کبھی کبھی وہ ملاقات کے لئے دفتر اصلاح آجاتے، میرا تو وہ بہت احترام کرتے مجلہ اصلاح کے منیجر و مسئول میرے بھتیجے عزیزی سید محمد مہدی باقری، اور مدیر اعزازی عزیزی مولانا سید محمد حسنین باقری سے ان کے بے تکلف روابط تھے، نور محل کا پہلا عشرہ محرم ان کی خواہش پر مولانا سید محمد حسنین باقری ہی نے پڑھا۔ ایک موقع پر انہوں نے مجھ سے فون پر کہا جابر ماموں استخارہ دیکھ دیجئے کہ کیا میں اودھ نامہ بند کردوں، میری ایک پھوپھی زاد مرحومہ بہن کے داماد ہیں صالح جوان سید عارف حیدر سلمہ وہ چونکہ ان کے بہت قریبی عزیز دوست رہے لہٰذا انہیں کے رشتے کے تعلق سے یہ بھی مجھے جابر ماموں کہتے اور پورا احترام کرتے۔ میں نے استخارہ دیکھا اودھ نامہ بند کرنے کے لئے منع آیا، انہوں نے پھر کمر ہمت کس لی اور کسی نہ کسی شکل میں اودھ نامہ کو جاری رکھا۔ اس روزنامہ میں انہوں نے بہترین مضامین پیش کئے بالخصوص آیت اللہ حمید الحسن صاحب قبلہ کے سلسلہ وار وقیع مضامین شائع ہوئے جنہیں اگر یکجا کیا جائے تو کئی کتابچے تیار ہوسکتے ہیں۔ وہ بین المسالک دوری کو پسند نہیں کرتے تھے اسی بنیاد پر انہوں نے بزرگ صحافی حفیظ نعمانی صاحب کے قلمی خدمات بھی حاصل کئے جو کہنہ مشق صحافی تھے ان کا ایک کالم مخصوص رہتا تھا، کوئی خصوصی موقع ہوتا مجھے بھی مضمون نویسی کی دعوت ملتی، تو میں مضمون لکھتا وہ شائع ہوتا اگر مجھے خود کسی مضمون کی اشاعت مقصود ہوتی اور انہیں میں فون کرتا تو کہتے آپ حضرات کے مضامین ہی کی وجہ سے تو یہ اخبار چل رہا ہے۔ لہٰذا کبھی بھی کسی مضمون و مراسلے کو ردی کی ٹوکری میں نہیں ڈالا گیا۔ اس کام کے علاوہ انہوں نے دیگر بہت سے قومی کام انجام دیئے، مثلاً انہوں نے سنی شیعہ اہل قلم پر مشتمل اردو رائٹرس فورم بنایا اس کے کئی جلسے بھی کئے مجھے بھی اس کا رکن بنایا، جس میں بزرگ علماء، اور بزرگ صحافی بھی شامل تھے، میں اس کے ابتدائی جلسوں میں شریک ہوا تقریر بھی کی لیکن ایک ایسا موقع بھی آیا جب ایک مقرر نے وقار صاحب کے مشن کا لحاظ نہ کرتے ہوئے غیر محتاط تقریر کردی جس پر میں نے واک آؤٹ کیا۔ چلنے لگا وقار صاحب نے مجھے روکا اور جلسے ختم ہونے سے پہلے واپس جانے کی وجہ سے پوچھی میں صورت حال ظاہر کردی۔ انہوں نے پیشکش کی کہ آپ اس سلسلے میں کچھ اظہار خیال کردیں پھر واپس جائیں میں نے تلخی بڑھ جائے گی اور واپس ہوگیا۔

دیگر ثقافتی کاموں کے سلسلے میں انہوں نے متعدد سیمینار کئے 'یوم خواتین' پر وہ مختلف شعبوں میں کامیابیاں حاصل کرنے والی خواتین کو اعزازات سے نوازتے بھی، ایسے جلسوں میں جب کبھی بے حجاب خواتین آتیں یا اودھ نامہ میں کسی کارکن کی بے توجہی کی وجہ سے کوئی نامناسب مضمون چھپ جاتا تو میں اس پر اعتراض بھی کرتا، جس کا انہوں نے کبھی برا نہیں مانا۔ حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے چودہ سو سال مکمل ہوتے پر جو ادارہ اصلاح کا ایک اعلیٰ پیمانے پر پروگرام ہوا، اس میں انہوں نے اپنے مجوزہ پروگرام کو ختم کردیا اور اس پروگرام میں دل کھول کر حصہ لیا،

ISSN No.2455-636X

رائے اوماناتھ بلی آڈیٹوریم سیمینار ہال کا پورا خرچ برداشت کیا، کیرالا کے حالیہ گورنر عارف محمد خاں انہیں کی دعوت پر آئے، اور انہیں کی خواہش پر ایک جلسے کی صدارت لندن سے ہماری دعوت پر اپنے خرچ سے آتے ہوئے مشہور عالم ادیب وخطیب آیت اللہ عقیل الغروی نے فرمائی۔ اسی طرح گورنر عارف محمد خان نے بھی کوئی زاد راہ نہیں لیا۔ اس کے علاوہ دیگر فلاحی امور بھی وہ بہت زیادہ انجام دیتے۔ قوم کے نوجوانوں کی تعلیم کے سلسلے میں وہ حکیم امت مولانا ڈاکٹر کلب صادق طاب ثراہ کی کوششوں کو بہت سراہتے اور خود بھی ایسے پروگرام ترتیب دیتے جس میں طالب علموں کی حوصلہ افزائی ہو۔ انہوں نے قوم کے طبی ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے الماس میرج ہال نیپیئر روڈ کالونی کے نزدیک "وی کیئر" کے نام سے ایک طبی سینٹر قائم کیا۔ جس میں ڈاکٹروں کا ایک پورا پینل موجود رہتا، مگر افسوس یہ ہے کہ کووڈ ۱۹ کی وبا کا شکار ہونے کے بعد وہ وینٹیلیٹر اور آئی سی یو میں پہونچ گئے اور پھر زوجہ ایک بیٹی اور ایک بیٹے کو چھوڑ کر اس دنیا سے سدھار گئے، ان کا علاج کارگر نہ ہوسکا، اگرچہ اس وبا کے سلسلے میں ایراز میڈیکل کالج کے خدمات قابل تحسین رہے ہیں۔

ان کے پاس جو بھی سرمایہ ہوتا نیک کاموں پر صرف کرتے اور اپنے سے زیادہ دوسروں پر لگاتے۔ ان کا ایک کارنامہ ناقابل فراموش یہ ہے کہ سات آٹھ سال تک روزنامہ میں کوپن شائع کرتے رہے اور ہر سال ایک زائر کو قرعہ اندازی کے تحت زیارت عتبات عالیہ کے لئے بھیجتے۔ سید غلام رضا خطیب زیدی موتک پوری نے ایک دن مجھے مطلع کیا کہ وقار صاحب نے ۵ آدمیوں پر مشتمل ایک زائرین کا وفد بنایا ہے جو عرفہ کے موقع پر روضہ امام حسینؑ کی زیارت کے لئے عراق جائے گا، اس میں وہ خود بھی شامل ہیں اور آپ کا نام بھی رکھا ہے، چونکہ عرفہ کے موقع پر کربلا میں جا چکا تھا وہ روح پرور منظر میری نگاہوں میں تھا میں آمادہ ہوگیا اور ضروری کارروائیاں شروع ہوگئیں مگر آغاز سفر سے چند دن پہلے وقار رضوی مرحوم ڈینگو کا شکار ہوگئے ان کی خواہش تھی کہ دیگر افراد ان کے خرچ پر زیارت کے لئے چلے جائیں لیکن ہم لوگوں نے یہ منظور نہیں کیا کہ جو خرچ کر رہا وہ نہ جائے اور ہم لوگ چلے جائیں، لہٰذا یہ سفر آئندہ پر ٹل گیا۔ ہم لوگوں کا سفر آئندہ پر اب بھی معلق ہے لیکن انہوں نے ماہ صیام کی روحانی فضا میں سفر آخرت اختیار کرلیا ہمیں پورا یقین ہے کہ الاعمال بالنیات کہ ان کی روح نے روضہ امام حسینؑ کی زیارت کا شرف ضرور حاصل کرلیا ہوگا۔ بزرگ قومی کارکن جناب کرار اصغر صاحب زیدی نے فون پر اپنے اس تاسف کا اظہار کیا کہ جناب شارب ردولوی کی مرحومہ بیٹی کے نام پر قائم شعاع میموریل کالج کی انتظامیہ کمیٹی کا رکن وقار رضوی کو بھی بنایا گیا تھا، تاکہ ان کا جذبہ جدوجہد اس علمی سرمایہ کو مزید کارآمد بنا سکے۔

مگر ۵۵ سال کی عمر ہی میں وہ اس دنیا سے رخصت ہوگئے اور اب تک کوئی ایسا شخص ہماری نظر سے نہیں گزرا ہے کہ جو ان کی جگہ حاصل کرسکے۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا مرحوم وقار رضوی واقعی ایک باوقار انسان تھے۔ ☆......☆......☆

ISSN No.2455-636X

رثائی ادب کا ایک نمائندہ شاعر

عشرتؔ رضوی لکھنوی
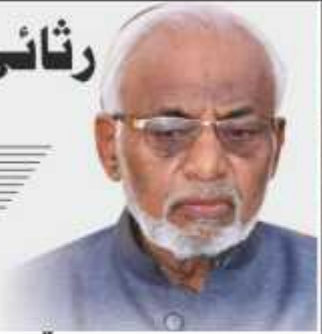
مولانا ڈاکٹر منور حسین صدر الافاضل
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، خواجہ معین الدین چشتی لینگویج یونیورسٹی لکھنؤ
(masnadhusain@gmail.com)

تاریخ ادب اردو اور مختلف تحقیق سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اردو رثائی شاعری بالخصوص مرثیہ نگاری میں صوفیائے کرام نے پہل کی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ انھیں عوامی طور پر شہرت نہیں ملی یا تشہیر نہیں کی گئی۔ ہندوستان میں اردو شعرا نے اہل عرب کی طرح شخصی مرثیے کہے لیکن اردو مرثیہ کی روایت باضابطہ طور پر شروع اور رائج ہوئی وہ واقعات کربلا امام حسینؑ اور ان کے رفقا کے لیے مخصوص ہوئی۔ مختصر یہ کہ ہندوستانی رثائی ادب میں مقبول ترین صنف مرثیہ نگاری تو ہے لیکن اس کے ارتقائی دائرے میں سلام، نوحے، رباعی وغیرہ بھی شامل ہیں، جس پر شعرائے اردو کثرت سے طبع آزمائی کرتے رہے ہیں جو بدستور جاری ہے۔

شہر لکھنؤ علم و ادب کا قدیم گہوارہ رہا ہے اور یہاں رثائی ادب کی تاریخ بہت قدیم ہے اور یہیں پر رثائی ادب کو عروج ملا ہے۔ اسی شہر علم و ادب یعنی لکھنؤ کے رہنے والے لکھنوی تہذیب کے ورثہ دار جناب عشرت رضوی لکھنوی نے رثائی ادب میں اپنی منفرد شناخت قائم کی۔ اردو ادب کے مشہور محقق جناب شارب ردولوی ان کی شاعری کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"عشرت لکھنوی ان شعرا میں ہیں جنھیں اگر پیرو انیسؔ و دبیرؔ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا۔ عشرت لکھنوی انیس و دبیر سے کسب فیض ضرور کرتے ہیں لیکن روایتوں کی پاسداری کے باوجود ان کا لہجہ ایک جدید شاعر کا ہے اور یہ بات ان کے چند مرثیوں کے چہرے دیکھنے کے بعد ہی ظاہر ہو جاتی ہے۔ وہ مرثیوں کی ابتدا کبھی عام انسان کی موجودہ حالات سے بے اطمینانی سے کرتے ہیں اور کبھی موجودہ آزادی کے غلط استعمال اور آزادی کے غلط تصور سے کرتے ہیں اور کبھی بارگاہ پروردگار میں دعا کرتے ہیں۔ ہمارے کلاسکی شعرا نے بھی مرثیوں کی ابتدا دعائیہ فخریہ اشعار سے کی ہے لیکن عشرت لکھنوی اس میں نہ مبالغے سے کام لیتے ہیں اور نہ تعلی سے بلکہ ان کی انکساری ان کے اشعار میں نمایاں رہتی ہے۔ عشرت لکھنوی نے ان مختصر مرثیوں میں بھی لطف شعر و مآل مرثیہ کا خیال رکھا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دبستان لکھنؤ میں آج جن مرثیہ گویوں نے اپنی شناخت پیدا کی ہے ان میں عشرت لکھنوی کا نام بھی شامل ہے"۔

عشرت رضوی لکھنوی کا اصل نام سید کاظم حسین اور تخلص عشرت تھا۔ آپ ۱۵ اکتوبر سنہ ۱۹۵۰ کو شیش محل لکھنؤ کے ایک مہذب گھرانے میں پیدا ہوئے اور آپ کے والد سید افضل حسین کیفی رضوی مرحوم ایک کہنہ مشق شاعر اور فن خطابی میں منفرد تھے اور اسی طرح ان کے دادا امیر مہدی حسین اور چچا سید نادر حسین کا شمار اپنے زمانے کے بہترین سوز خوانوں میں ہوتا تھا۔ آپ کی تعلیم کا آغاز نور الاسلام اسکول چمن والی کوٹھی شیش محل سے ہوا اور ابتدائی دور سے ہی آپ کے والد نے آپ کے رجحان کو دیکھتے ہوئے سلطان المدارس میں داخل کر دیا لیکن سلطان المدارس سے زیادہ وابستگی نہ رہی اور صرف درجہ چہارم تک وہاں تعلیم حاصل کی اور پھر اسلامیہ انٹر کالج میں ہائر سکنڈری تک تعلیم کا سلسلہ برقرار رہا اور خود عشرت لکھنوی کے بقول "کچھ ناگفتہ بہ حالات کی وجہ سے تعلیم کا یہ سلسلہ یہیں پر ختم ہو گیا لیکن سلطانیہ میں اس وقت جو معیار تعلیم تھا اس نے درجہ چہارم تک ہی سہی مگر مجھے وہ دولت عطا کی جس سے میں آج بھی استفادہ کر رہا ہوں۔ ہائے وہ کیا دور تھا جو ختم عشرت ہو گیا" (اشکوں کی زباں، ص ۱۰)۔

ISSN No.2455-636X

جب عشرت لکھنوی دس گیارہ سال کے تھے تب ہی سے ان کی شاعری کی داغ بیل پڑ چکی تھی جیسا کہ وہ خود ہی اپنی شاعری کے آغاز کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں کہ ”میری شاعری کی داغ بیل اس وقت پڑی جب میرے گھر کے باہری کمرے میں مسلسل نشستوں کا دور تھا والد محترم جناب سید افضل حسین صاحب کیفی الرضوی اور ان کے بچپن کے دوست حضرت انور نواب انور صاحب کی مستقل بیٹھک اور گاہ بگاہ حضرت تکمیل رضوی، جناب عمر انصاری، جناب مطرب سلطانپوری، جناب میکش لکھنوی، جناب وحشی جونپوری، جناب جودت دکنی، جناب نصیر ناطقی، جناب نوا بوٹن اور والد محترم کے خاص دوست جناب خواجہ صاحب وغیرہ جب تشریف لاتے تھے تو شاعری کا بازار گرم ہو جاتا تھا۔ اس وقت میری عمر تقریباً دس گیارہ سال کی تھی۔ ان حضرات کے آنے پر مستقل چائے پانی کی خدمت انجام دیتا تھا اور جب وقت ملتا تو وہیں بیٹھ جاتا تھا رفتہ رفتہ میرے ذہن میں بھی وہی نقوش ابھرنے لگے جن کا میں عادی ہو چکا تھا اور اس طرح میں باقاعدہ شاعری کی دنیا میں آگیا“ (اشکوں کی زباں، ص ۱۰ و ۱۱)۔

عشرت لکھنوی نے اصناف سخن میں غزل، قصائد، سلام، نوحے، رباعی، قطعہ تاریخ وغیرہ پر طبع آزمائی کی ہے لیکن ان کی خاص دلچسپی کا مرکز مرثیہ گوئی رہا ہے اور سنہ ۱۹۹۲ سے باقاعدہ طور سے انھوں نے جو مرثیہ گوئی کا آغاز کیا تھا اس کا سلسلہ عمر کی آخری منزل تک قائم رہا۔ جہاں تک عشرت لکھنوی کی تصانیف اور شعری مجموعوں کی بات ہے تو یہاں پر یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ ان کے مراثی کے دو مجموعے ”اشکوں کی زباں“ اور ”فرات غم“ منظر عام پر آ کر قبولیت عام حاصل کر چکے ہیں۔ اشکوں کی زباں میں دس مرثیے شامل ہیں اور فرات غم میں بھی دس مرثیے شامل ہیں۔ عشرت نے ”فرات غم“ کا سرنامہ جس مرثیہ کو بنایا ہے اس کا عنوان ”نماز اور حسینؑ“ ہے۔ انھوں نے اس مرثیہ میں نماز کی اہمیت و افادیت کو بڑے پر اثر انداز میں بیان کیا ہے اور نماز کی عظمت پر گفتگو کرنے کے بعد نوجوانوں کو نماز کی طرف راغب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

شیعہ اگر ہو تم تو عمل شاندار ہو | دنیا نہ یہ کہے کہ فقط سوگوار ہو
مسجد بھی خوش ہو اور عزا بھی نثار ہو | فرش عزا پہ عابد شب زندہ دار ہو
ماتم کے ساتھ ساتھ نمازیں ادا کرو
سرورؑ کا غم ملا ہے تو شکر خدا کرو

اسی مرثیے میں وہ ایک جگہ فیصلہ کن لہجے میں نوجوانوں سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

سجدے میں گر خلوص سے سر کو جھکائے گا | یہ ماتم حسینؑ جبھی کام آئے گا

رثائی ادب کی اصناف نوحہ و سلام کے حوالے سے ان کا پہلا مجموعہ ”گلزار پنجتنؑ“ کے نام سے شائع ہوا جس میں سلام و نوحے شامل تھے اور پھر نوحوں کا ایک مجموعہ ”تسبیح عزا“ بھی منظر عام پر آیا جس میں ان کے سو نوحے شامل ہیں۔ سلام و رباعیات کا ایک مجموعہ ”چہرہ عزا“ اور قصائد و رباعیات کا دوسرا مجموعہ ”نقطہ ادب“ کے نام سے منظر عام پر آ کر داد تحسین لے چکے ہیں۔

عشرت لکھنوی زبان و بیان سے بخوبی واقفیت رکھتے ہیں جس کی جھلک ان کی شاعری میں دکھائی دیتی ہے۔ جناب مرزا شفیق حسین شفق فرات غم کے مقدمہ میں تحریر کرتے ہیں کہ ”عشرت رضوی فی زمانہ دبستان لکھنؤ کے ان شعرا میں ہیں جنھوں نے اس دبستان کی عظمت کو قائم رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ عشرت رضوی جہاں آتش کی طرح مرصع سازی کے فن سے بخوبی واقف ہیں وہیں زبان کے معاملے میں ناسخ کی طرح سخت گیر ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں شوکت الفاظ کے ساتھ ندرت خیال بھی نقطہ کمال پر ہے“ (فرات غم، ص ۱۱)۔

عشرت لکھنوی نے جن موضوعات کو اپنے مراثی کے لیے منتخب کیا ان میں اتحاد، حقوق والدین، جھوٹ، امن و دوستی، نماز، شراب خوری، تصور آزادی خاص ہیں۔ انھوں نے اپنے مراثی کے ذریعہ اصلاح قوم کا فریضہ ادا کرنے کی بخوبی کوشش کی ہے۔ اور مرثیہ کو زندگی اور زندگی کو

ISSN No.2455-636X

مرثیہ کے قریب لاکر معاشرتی زندگی کی حقیقی ترجمانی کی ہے اوران کے مرثیے موضوع کے ساتھ ساتھ فنی لحاظ سے بھی قابل توجہ ہیں۔ لکھنؤ کی روزمرہ کی زبان اور محاورے ان کی شاعری کی جان ہیں۔ ان کے مرثیے کے بعض اشعار بطور نمونہ ملاحظہ ہوں:

بدلا ہوا زمانے کا جامہ ہے آج کل — بے حرف حق حیات کا نامہ ہے آج کل
باطل پرست ہاتھوں میں خامہ ہے آج کل — ہر آدمی کے سر پر عمامہ ہے آج کل
جو صاحبان علم ہیں گوشہ نشین ہیں
محراب روشنی میں اندھیرے مکین ہیں

طلوع ہو تو گیا آفتاب آزادی — مشاہدے میں مگر حریت ہے فریادی
جو چیز حد سے گزر جائے ہے وہ بربادی — گراں جو شہروں پہ ہو وہ نہیں ہے آبادی
بشر کی فکر تو آزاد ہے ضمیر نہیں
گرہ میں مال ہے لیکن کوئی امیر نہیں

لہولہان ہے چہرہ عرق عرق ہے جبیں — نفاق و کفر کے شعلے اگل رہی ہے زمیں
مکان چھوڑ کے باہر نکل رہے ہیں مکیں — اب آدمی کو خود اپنے پہ اعتبار نہیں
خرد کو وقت نے لاکر کہاں پہ چھوڑ دیا
جنوں نے پنجہ انسانیت مروڑ دیا

نام بھی لینے کو اب باقی نہیں ہے اتحاد — جنبش ہر نطق سے آتی ہے آواز فساد
میرے مالک جز ترے کس پر کریں ہم اعتماد — بن گیا ہے شمر کوئی اور کوئی ابن زیاد
حق سے پھر باطل کا لشکر برسر پیکار ہے
پھر کوئی شبیر سا اس دور کو درکار ہے

ان کے مرثیے کی طرح ان کے سلام، نوحے، قصائد اور رباعیات میں بھی وہی پختگی اور وہی سلاست و روانی اور زبان و بیان کا سلیقہ نظر آتا ہے جو انھیں ایک کہنہ مشق شاعر کی صف میں لاکر کھڑا کردیتا ہے۔ ان کے نوحوں کے منتخب اشعار ناظرین کی خدمت میں پیش ہیں:

سوکھے گلے پہ بھائی کے چلتی رہی چھری — مجبور اس قدر تھی کہ میں دیکھتی رہی
مادر کی تسلی کا بھی تھا سامان لیے مسلمان — جب لوٹا گیا اصغر معصوم کا جھولا عاشور کا دن تھا
کہہ کے عشرت یہ سکینہ نے کیا سب کو سلام — ہم کو لینے کے لیے آگئے بابا بھائی
شبیر تو لاشوں پہ اٹھاتے رہے لاشے — اے رات کی ہواؤں کیوں شور کر رہی ہو
آیا نہ اٹھانے کوئی سرور کا جنازہ — دیکھو ہماری بچی تربت میں سو رہی ہے

لکھنوی تہذیب کا ورثہ دار، غریب پرور، علم دوست، حق گو، بیباک شاعر اور پیغامات قرآن و اہلبیت علیہم السلام کو اپنے اشعار کے ذریعہ لوگوں کے دلوں تک پہنچانے والے شاعر اہل بیت جناب عشرت رضوی لکھنوی نے ۱۹ اپریل سنہ ۲۰۲۱ کو داعی اجل کو لبیک کہا:

سلطان اعظم مجھ سے بہت شاد رہیں گے — مر جاؤں گا میں مرثیے آباد رہیں گے

☆.....☆.....☆

ISSN No.2455-636X

خطوط آپ کے

ایراز میڈیکل یونیورسٹی لکھنؤ

مکرمی جناب ایڈیٹر ماہنامہ اصلاح لکھنؤ سلام علیکم

موجودہ وحشت ناک اور ہولناک دور میں جب لگ بھگ ہر گھر اپنے کسی نہ کسی چہیتے کی موت سے کراہ رہا ہو، جب لاشیں ندیوں اور دریاؤں میں بہائی جارہی ہوں، جب میتوں کو چیل، کوے، گدھ، کتے اور صحرائی جانور اپنی خوراک بنا رہے ہوں، جب اہل خانہ جنازوں کو لینے سے انکار کر رہے ہوں، باپ بیٹے کا، بیٹا باپ کا اور بیٹیاں اپنی ماں یا باپ کا جنازہ اپنے کاندھوں پہ اٹھا رہی ہوں، مزاج پرسی اور احوال سے آگاہی کا ذریعہ صرف موبائل ہی بن کر رہ گیا ہو مریض کی تیمارداری اور خدمت کا کوئی تصور ہی باقی نہ رہ گیا ہو، اسپتال اور صحت مراکز پر کالا بازاری عروج پر ہو، لوگ کام دھندا اور روزگار نہ ہونے کی بنا پر بھوک پیاس سے مرنے کی کگار پر ہوں، ہر طرف لاشے، ہر طرف جنازے اور ہر طرف میتوں کے ڈھیر ہوں، میتوں کے اعضائے رئیسہ نکال کر چھلنی لاشوں کی افواہوں کا بازار گرم ہو، ڈاکٹر اور معالج اپنے وارے نیارے کرنے میں لگے ہوں، ایسے میں کسی ایسے اسپتال کا تصور جہاں مریضوں کی خدمت فریضے اور عبادت کے طور پہ کی جارہی ہو، جہاں کے ڈاکٹر اور پورا اسٹاف مریضوں کی جان بچانے کے لئے اپنی زندگی کو داؤں پر لگائے ہوئے ہو کیا ایسا اسپتال ہمارے شکریے کے چند الفاظ کا بھی حقدار نہیں؟

جی ہاں! میں بات کر رہا ہوں ایراز میڈیکل یونیورسٹی کی جو لکھنؤ کے چند بڑے اور بہترین اسپتالوں میں سے ایک ہے۔ جہاں کے ذمہ داران، ڈاکٹر اور پورا اسٹاف مکمل تندہی اور لگن کے ساتھ انجام کی پرواہ کئے بغیر آنے والے مریضوں کی دیکھ ریکھ اور علاج معالجے کے لئے رات دن ایک کئے ہوئے ہے۔ ذمہ داران کی کوششوں سے بحمدہ اسپتال میں، جب سے یہ بیماری شروع ہوئی ہے اور گورنمنٹ نے اس اسپتال کو کووڈ سینٹر میں تبدیل کیا ہے، آج تک آکسیجن سلنڈروں کی کمی کی کوئی رپورٹ درج نہیں ہوئی ہے۔ بلا امتیاز مذہب وملت خدمات کا سلسلہ جاری وساری ہے۔

طبیعت کی خرابی کی بناء پر راقم الحروف کو ۲ر سے ۱۲ر مئی ۲۰۲۱ء تک اس اسپتال میں ایڈمٹ ہونا پڑا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے جو مشاہدہ کیا اور جو تجربہ حاصل ہوا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ پورا اسٹاف ـ نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پروا۔ کا مصداق بنا ہوا ہے۔ بہترین دیکھ ریکھ بہترین علاج، بہترین سہولتوں سے لیس یہ اسپتال دیگر اسپتالوں کے لئے نمونہ عمل بنا ہوا ہے۔ پورے یقین کے ساتھ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ بڑے بڑے اسپتالوں میں بدعنوانی، لاپروائی اور غیر ذمہ دارانہ حرکتوں کے واقعات آئے دن اخبارات کی سرخیوں کی زینت بنتے رہتے ہیں لیکن ایراز میڈیکل یونیورسٹی کا دامن اس قسم کے تمام داغ دھبوں سے بالکل صاف وشفاف ہے۔

خداوند عالم یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر عباس علی مہدی، ڈاکٹر فرزانہ مہدی، جناب سونو صاحب، جناب نجم الحسن صاحب اور انتظامیہ کے تمام اراکین کے ساتھ ساتھ پورے اسٹاف، ڈاکٹروں، نرسوں اور دیگر امور پہ مامور تمام افراد کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ جذبہ خدمت میں اضافہ فرمائے اور درد وغم سے کراہتی ہوئی انسانیت کو راحت وسکون کے کچھ پل میسر ہوں ـ امیں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

فقط والسلام: (مولانا) محمد حسنین الماس رجیٹوی سرفراز گنج،

موبائل نمبر: 9026302938

(نوٹ) ایراز میڈیکل کالج میں شدت مرض کا شکار کچھ افراد ہم سے رخصت ضرور ہوگئے لیکن منتظمین کی ذمہ دارانہ روش سے بحمداللہ زیادہ تر صحت یاب ہوئے۔ معبود ایسے خدمات انجام دینے والوں کو جزائے خیر عطا فرمائے ان کی خدمات پر پیوستہ سال ادارہ اصلاح لکھنؤ کی جانب سے

ISSN No.2455-636X

انھیں "امیرالمومنین ایوارڈ" سے نوازا جا چکا ہے۔

یہ تو زندگی میں خدمات انجام دینے والے ہیں لیکن نوجوانوں کا ایک گروہ بھی قابل ستائش ہے کہ جو کووڈ ۱۹ کی وبا کا شکار ہو کر دنیا سے گزر جانے والوں کے آخری رسوم کو ادا کرنے میں انتہائی ذمہ داری کا ثبوت دینے والا گروہ ہے۔ لکھنؤ میں مقیم ان حضرات نے صرف شہر ہی میں خدمات انجام نہیں دیئے ہیں بلکہ جوار میں بھی گئے غسل دینے کے امکانات ہوئے تو غسل دیا، امکانات نہ ہوئے تو تیمم پر اکتفا کر کے میتوں کو ایسے ماحول میں سپرد لحد کیا جبکہ بعض مقامات پر قریبی اعزاء تک قریب آنے پر تیار نہیں تھے۔

ان جوانوں کی جو کمیٹی ہے اس کے ارکان یہ ہیں: جناب امداد امام رضوی، مہدی رضا طاہر، معراج حسین میثم، کاظم رضا، عنایت امام، مہدی حیدر، جعفر رضا، قنبر کاظمی، اثیر آغا، علی شفاعت، شاداب حسین، عادل عباس، ظفر رضوی، ذیشان احمد، زمن مہدی، احسن ناصر، محمد علی دانش، عابد باقری، عابد جعفری صاحبان۔ اس کے علاوہ بھی بعض افراد گاہے بگاہے شریک ہوتے رہے۔

کربلا ملکہ جہاں میں مولانا قنبر مہدی صاحب اور جناب صماحت علی صاحب کے خدمات اس سلسلے میں قابل ذکر ہیں۔ بعض علمائے کرام نے بھی لکھنؤ اور دیگر مقامات پر اس فریضہ کی ادائیگی اہم کردار ادا کیا۔ معبود ان تمام حضرات کو جزائے خیر دے اور توفیقات خیر سے نوازے۔ مذکورہ بالا کمیٹی کے سرگرم رکن امداد امام صاحب اور ان کی کمیٹی کا انتخاب امام ہادی کووڈ ہیلپ لائن کے ذمہ داروں نے بھی لکھنؤ میں امدادی کاموں کو انجام دینے کے لئے کیا ہے۔ اس ہیلپ لائن کو ہادی ٹی وی کے نمائندے حجۃ الاسلام مولانا حیدر عباس رضوی اور المومل کلچرل فاؤنڈیشن لکھنؤ کے بانی سربراہ حجۃ الاسلام مولانا احتشام الحسن شمسی اور دیگر علماء کی رہنمائی حاصل ہے۔ اس ہیلپ لائن کے خدمات ہندوستان کے مختلف صوبوں جیسے یو پی، مہاراشٹر، گجرات، کرگل وکشمیر، مدھیہ پردیش، بنگال وغیرہ میں جاری ہیں۔ لکھنؤ میں اس ہیلپ لائن نے مئی کے آخری ہفتہ میں دو دنوں تک مسلسل دورہ کر کے "جیت جائیں گے ہم، پھر مسکرائیں گے ہم" کے نعرے ساتھ سینکڑوں مریضوں کے اہل خانہ تک کووڈ ہاسپٹل میڈیکل کالج، کوئین میری، ایرا میڈیکل کالج سول ہاسپٹل، اور چرک ہاسپٹل پہنچ کر مفت کھانا اور پانی تقسیم کیا۔

ان حضرات کے حق میں بھی ہم سب دعا گو ہیں اسی طرز پر قوم کے دیگر فعال علماء و جوانوں کو تنازعات وخرافات سے اپنے دامن کو بچاتے ہوئے سرگرم عمل ہو جانا چاہئے اسی میں قوم کی سرخروئی ہے۔ (مدیر)۔

صفحہ 24 کا بقیہ۔۔۔ ہم کچھ دیر کے لئے مانے لیتے ہیں کہ حجاج میں اتنی قوت تھی کہ وہ ممالک اسلامیہ کے تمام قرآن کے نسخوں کو اس نے اکٹھا کر لیا اور کوئی ایک نسخہ بھی اس کے دسترس سے دور نہ تھا تو کیا حجاج مسلمانوں کے سینوں میں بھی نفوذ رکھتا تھا؟ کیا اس وقت کے حفاظ کے سینوں سے بھی قرآن کھرچ سکتا تھا؟ جبکہ اس کے دور کے حفاظ کی تعداد کو اللہ کے علاوہ کوئی شمار نہیں کر سکتا اور اگر قرآن میں کوئی ایسی آیت ہوتی جس سے صراحتاً بنی امیہ کی مذمت ہوتی رہتی اور جس کو لوگ آسانی سے سمجھ سکتے تو اس کے لئے معاویہ اہتمام کرتا کہ وہ قرآن سے حذف ہو جائے۔ کیونکہ حجاج سے زیادہ اس کا اقتدار تھا اور اس کے اثرات و رسوخ حجاج سے کہیں زیادہ تھے۔ اس لیے معاویہ کے لئے یہ کام زیادہ آسان تھا اور اگر یہ حادثہ ہوتا تو حضرت علیؑ اور ان کے اصحاب اس نہج سے بھی احتجاج فرماتے اور تاریخ ان کے دیگر احتجاجات کے اس کو بھی محفوظ کرتی۔ اس طرح یہ تمام باتیں ہمیں کتب احادیث وکلام میں آج بھی ملتیں۔

ہم نے اب تک جو بات قارئین کے سامنے پیش کی ہے اس سے یہ بات واضح ہوگئی ہوگی کہ جو شخص دعوائے تحریف کرتا ہے وہ بدیہیات سے انکار کرتا ہے۔ مثل مشہور ہے آدمی سے ایسی بات کرو جس کا وہ اہل نہیں اگر وہ اس کی تصدیق کر دے تو عاقل نہیں۔ (**جاری**) ☆......☆......☆

ISSN No.2455-636X

محمد عبدالحفیظ اسلامی کی گستاخی کے جواب میں کھلا خط

امام علیؑ اور شراب! معاذاللہ! معاذاللہ!

جناب محمد عبدالحفیظ اسلامی صاحب سلام علیکم

روزنامہ صحافت کی 20 مئی 2021 کی لکھنو اشاعت میں صفحہ نمبر 4 پر آپ کا مضمون دیکھا جس کو شائع کرنے کی اس وقت نہ ضرورت تھی اور نہ مناسبت!۔ اس وقت مشرق وسطی میں غاصب صہیونی، فلسطینی مسلمانوں پر ظلم ڈھانے میں مصروف ہیں اور مسلمانوں کو ہر وقت سے زیادہ اس وقت اتحاد کی ضرورت ہے، لیکن آپ نے ایسا مضمون لکھ مارا جو مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر سکتا ہے اگر ایسا ہوا تو یقیناً آپ صیہونیوں کی بہت بڑی خدمت انجام دیں گے۔

اسلامی صاحب! یہ بات تمام علماء کے درمیان متفق علیہ ہے کہ حدیثوں میں مختلف ادوار بالخصوص بنی امیہ کے زمانے میں بہت زیادہ جعل سازی کی گئی ہے اسی لئے علما کو علم رجال اور علم حدیث کی ضرورت پیش آئی۔

اس صورتحال میں کوئی بھی مسلمان کسی بھی حدیث پر آنکھ بند کر کے بھروسہ نہیں کرسکتا جب تک وہ حدیث کے راویوں کے بارے میں نہ جان لے یا اس روایت کو درایت پر نہ پرکھ لے۔

ان سب باتوں کے باوجود آپ نے ایک ایسی حدیث نقل کی جس میں عالم اسلام کی ایسی پاک و پاکیزہ شخصیت کی کردارکشی کی گئی ہے جس کے بے داغ اعلی کردار اور عصمت کی ضمانت خود خداوندعالم نے قرآن مجید میں لی ہے، کیا خداوندعالم نے آیہ تطہیر میں یہ نہیں فرمایا کہ:

"بس اللہ کا ارادہ یہ ہے اے اہل بیت علیہم السلام کہ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے"[1]

یہ آیہ تطہیر حضرت محمدؐ، حضرت علیؑ، حضرت فاطمہ زہراؑ، حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کی عصمت و طہارت پر بہترین دلیل ہے۔[2]

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے محمد ثناء اللہ مظہری لکھتے ہیں کہ:

"ابن سعید خدری اور تابعین کی جماعت ۔۔۔ کے نزدیک آیہ تطہیر کا مصداق علی و فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہم ہیں"[3]

آیہ تطہیر کے ذیل میں محمد ثناء اللہ مظہری نے دلیل کے طور پر حضرت عائشہ سے مروی حدیث کساء کا بھی ذکر کیا ہے نیز آیہ مباہلہ کے بعد رسول اکرمؐ کا علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام کو جمع کر کے "اللھم ھولاء اھل بیتی" کہنا بھی نقل کیا ہے۔[4]

اسلامی صاحب! کیا "شراب پینا" عیب نہیں ہے؟ اگر آپ شراب پینے کو برائی نہیں مانتے تو قرآن مجید نے اس سے روکا کیوں ہے؟ اور اگر یہ برائی ہے تو اہل بیت علیہم السلام کے قریب بھی نہیں آسکتی!

---

[1] إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (سورۂ احزاب، آیت 33)

[2] البحر المدید فی تفسیر القرآن المجید، ابن عجیبہ احمد بن محمد، جلد 4، صفحہ 429، مطبوعہ قاہرہ 1419 ہجری

[3] التفسیر المظہری، محمد ثناء اللہ مظہری، جلد 7، صفحہ 340-341، مکتبہ رشیدیہ پاکستان 1412 ہجری

[4] التفسیر المظہری، محمد ثناء اللہ مظہری، جلد 7 صفحہ 340-341، مکتبہ رشیدیہ پاکستان 1412 ہجری

ISSN No.2455-636X

عقل کہتی ہے کہ انبیاء اور ائمہ علیہم السلام کا معصوم ہونا ضروری ہے، اللہ خود بھی معصوم ہے، اُس نے وحی بھیجنے کے لئے واسطہ بھی معصوم فرشتے کو قرار دیا تو پھر ضروری ہو جاتا ہے کہ جس کے پاس وحی بھیجی جا رہی ہے وہ بھی معصوم ہوتا کہ اللہ کی بھیجی ہوئی وحی پر اعتبار و اعتماد قائم رہے، اگر وحی حاصل کرنے والا شخص غیر معصوم ہوگا تو اس کی طرف سے وحی میں کمی و زیادتی کا امکان برقرار رہے گا۔

عقل کا یہ بھی تقاضہ ہے کہ معصوم نبیؐ کا جانشین بھی معصوم ہونا چاہئے، تاکہ جب یہ جانشین، معصوم نبیؐ کے بعد اللہ کی بھیجی ہوئی وحی کی لوگوں کے درمیان تبلیغ کرے تو اس میں اپنی طرف سے کوئی بھی بات نہ اضافہ کر سکے اور نہ کم کر سکے، جیسا غیر معصوم دوسرے خلافت کے دعویداروں نے کیا۔

آپ ائمہ اثنا عشر کی حدیثوں کا مطالعہ کیجئے کسی بھی امامؑ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں کہتا ہوں بلکہ ہر امامؑ نے اپنے والد یا دادا سے نقل کر کے حدیث کا سلسلہ رسول اکرمؐ تک پہنچایا ہے، اسی لئے شیعہ، ائمہ اثنا عشر کی سنت کو رسولؐ کی سنت کی طرح حجت مانتے ہیں۔

عصمت انبیاء و ائمہ علیہم السلام کا تقاضا یہ ہے کہ "رجس" اُن کے نزدیک سے بھی نہ گزرے، اور شراب کا شمار رجس میں ہے لہٰذا کسی بھی نبیؐ و امام کو شراب نوشی کی نسبت دینا عظیم گناہ ہے۔

آپ کے مضمون میں کوئی علمی یا تحقیقی بات تو ہے نہیں، بس پاکستانی خارجیوں اور ناصبیوں کا چربہ ہے جسے آپ نشر کر کے رسول اسلام اور اہل البیت علیہم السلام اور ان کے پیروکاروں کا دل دُکھانا چاہتے ہیں۔

اسلامی صاحب! سچ بتایئے کیا "صحابہ کی مے نوشی" کے بارے میں آپ کو صرف ایک یہی حدیث کتابوں میں ملی تھی؟ یا آپ نے جان بوجھ کر اسی ایک حدیث کو نقل کیا جسے معاویہ کے حدیث سازی کے کارخانہ میں گڑھا گیا ہے؟

اب کسی بھی تاریخ یا تفسیر کی کتاب سے اس حدیث کو نقل کر دینے سے نہ تو آپ بری الذمہ ہو سکتے ہیں اور نہ آپ اُخروی مواخذہ سے بچ سکتے ہیں کیونکہ یہ مسئلہ عقائد کے ساتھ ساتھ ایک مومن مسلمان، مسلمانوں کے خلیفہ، مومنوں کے امیر، داماد رسول، شیر خدا، فاروق اعظم، صدیق اکبر، رسول خدا کے سب سے زیادہ عزیز حضرت امیر المومنینؑ کی کردارکشی کا ہے!!

آپ یہ کہہ کر اپنا دامن نہیں بچا سکتے کہ کتاب سے نقل کیا ہے یا حوالہ تحریر کر دیا ہے، ورنہ پھر "رنگیلا رسول" کا مصنف سوامی پنڈت چموپتی ایم اے، "شیطانی آیات" کا مصنف سلمان رشدی، اور تسلیمہ نسرین سمیت دوسرے ایسے تمام مصنفین بھی بری ہو جائیں گے جنہوں نے اپنی تحریروں میں مقدسات اسلامی کی توہین کی ہے۔

مذکورہ مصنفین کی بھی یہی دلیل ہوتی ہے کہ ہم نے مسلمانوں کی کتابوں ہی سے لکھا ہے! تو کیا آپ کی طرح کتابوں کے حوالے دینے پر ان مصنفین کو بھی معاف کر دیا جائے!؟ جواب دیجئے گا۔

کبھی صحاح ستہ کو کھنگال کر دیکھئے گا، خداوند عالم کی توحید اور نبیؐ کی نبوت کے بارے میں نہ جانے کیا کیا لکھا ہے، یہ سب نشر کرنا آپ پسند کریں گے!؟

اگر نہیں! تو پھر آپ نے اس روایت کو کیوں نشر کیا؟ ایسی کیا ضرورت آن پڑی تھی جس کی وجہ سے اس روایت کا نقل کرنا آپ کے لئے ضروری ہو گیا تھا!؟

ISSN No.2455-636X

کتابوں میں تو آپ کے رشتہ کے بڑے ناناجان [1]، چھوٹے ناناجان [2] اور ماموں جان [3] کی مے نوشی کے قصے بھی لکھے ہوئے ہیں کیا آپ انہیں نشر کریں گے ؟!

آپ نے اپنے رشتہ کے ماموں زاد بھائی "یزید" کے وہ شعر ضرور سنے یا پڑھے ہوں گے جو اس نے شراب نوشی کی مدح میں کہے تھے؟ اگر نہیں پڑھے تو نمونے کے طور پر ایک شعر میں نقل کئے دیتا ہوں، یزید کہتا ہے کہ:

"اے میرے ہم پیالہ دوستو! اٹھو، اور سریلے نغمے سنو، شراب کے پیالے پے در پے پی جاؤ اور معنوی ذکر (یاد قرآن) چھوڑ دو، ان نغموں کی آوازیں مجھے اذان کی آواز سننے سے روک لیتی ہیں، میں نے جنت کی حوروں کے بدلے (جو کہ ادھار ہیں کیونکہ ان کا وعدہ ہی تو کیا گیا ہے) پرانی شراب کے جام (جو کہ نقد ہیں) کو انتخاب کیا ہے" [4]

اسلامی صاحب! یہ عجیب دوغلی پالیسی ہے کہ جب بات آپ کے چہیتوں کے گناہوں کی آتی ہے تو "مسلک اعتدال" کی دہائی دے کر آپ خاموشی اختیار کر لیتے ہیں اور اہل بیتؑ کی معصوم ہستیوں کی کردارکشی کے لئے آپ کی زبان اور قلم میں روانی آجاتی ہے۔

سورہ نساء کی آیت 43 کا شان نزول تحریر کرنے کے لئے آپ کو کیا صرف یہی ایک روایت نظر آئی؟ مذکورہ آیت کی تفسیر کے ذیل میں جس طرح بعض مفسرین نے احتیاط سے کام لیتے ہوئے کسی کا نام نہیں لکھا بلکہ "صحابہ کی ایک جماعت" [5] لکھ کر آگے بڑھ گئے، اسی طرح آپ بھی ان مفسرین کی پیروی کر سکتے تھے اور بغیر نام لکھے اس داستان کو نقل کر سکتے تھے

اور اگر نام ہی لکھنے تھے تو ان مفسرین کی پیروی کر لیتے جنہوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان [6] کا نام بھی مے نوشی کرنے والوں میں لکھا ہے۔ [7]

مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے انہی چہیتے شرابیوں کی شراب نوشی پر پردہ ڈالنے کے لئے اس روایت کا انتخاب کیا جس میں بنی امیہ کے کارندوں نے امام علیؑ کا نام شامل کر دیا ہے، یہی جذبہ اس حدیث کے گڑھنے والوں کا تھا! ورنہ امام علیؑ اور شراب! معاذ اللہ، معاذ اللہ!

جو علیؑ شراب سے شدید نفرت کرتے ہوں وہ شراب کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے! یہ حدیث دیکھئے جسے بہت سے مفسرین نے نقل کیا ہے شراب کی مذمت میں امام علیؑ فرماتے ہیں کہ: لَوْ وَقَعَتْ قَطْرَةٌ فِي بِئْرٍ فَبُنِيَتْ مَكَانَهَا مَنَارَةٌ لَمْ أُؤَذِّنْ عَلَيْهَا [8]

"اگر ایک قطرہ شراب کا کنوئیں میں گر جائے اور اس کنوئیں پر بلند منارہ بنا دیا جائے تو میں (علیؑ) اس منارہ پر اذان نہ کہوں"

اسلامی صاحب! کیا آپ معاویہ کی حدیث سازی سے واقف نہیں ہیں؟ معاویہ نے حدیث سازی کے جو حکم نامے اپنے گورنروں کو لکھے وہ

---

[1] فتح الباری، ابن حجر عسقلانی شافعی، جلد 10، صفحہ 37، ناشر دار المعرفۃ، بیروت 1379

[2] المستطرف فی کل فن مستظرف، شیخ شہاب الدین احمد الابشیہی، جلد 2، صفحہ 340، مطبوعہ مصر نقل از تحقیقی دستاویز، صفحہ 683، ناشر مرکز مطالعات پاکستان ۔ فتح الباری، ابن حجر عسقلانی شافعی، جلد 10، صفحہ 37، ناشر دار المعرفۃ، بیروت 1379

[3] تاریخ مدینۃ دمشق، ابن عساکر شافعی، جلد 27، صفحہ 127

[4] تذکرۃ الخواص، سبط بن الجوزی الحنفی، صفحہ 261

[5] کتاب التسہیل لعلوم التنزیل، محمد بن احمد ابن جزی غرناطی، جلد 1، صفحہ 192، ناشر شرکت دار الارقم بن ابی ارقم بیروت، پہلا ایڈیشن 1416 ہجری

[6] جلال الدین سیوطی نے الدر المنثور جلد 2، صفحہ 165، مطبوعہ قم 1404 ہجری، میں شیخین کے نام لکھے ہیں، عثمان کا نام نہیں لکھا ہے۔

[7] بحر العلوم، نصر بن محمد بن احمد سمرقندی، جلد 1، صفحہ 305

[8] الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، الزمخشری، جلد 1، صفحہ 260، ناشر دار الکتاب العربی بیروت، 1407 ہجری

ISSN No.2455-636X

کتابوں میں محفوظ ہیں جن سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ معاویہ نے امام علیؑ اور آپؑ کی اولاد کی کردارکشی کرنے کے لئے نیز تینوں خلفاء کے ساتھ ساتھ اپنی مدح سرائی میں سرکاری پیمانے پر کتنی حدیثیں گڑھوائی ہیں!

اہل سنت عالم ابوالحسن مدائنی نے اپنی کتاب "الاحداث" میں ان حکم ناموں کو تحریر کیا ہے، جس سے محمد صادق نجمی نے اپنی کتاب "صحیحین کا ایک مطالعہ" میں ان حکم ناموں کو نقل کیا ہے، ہم معاویہ کی حدیث سازی اسی کتاب سے نقل کر رہے ہیں:

"معاویہ نے ایک حکم نامہ میں اپنے تمام گورنروں کو لکھا کہ جو لوگ ابوتراب (علیؑ) اور آپ کے خاندان کی فضیلت کے بارے میں حدیثیں لکھتے ہیں ان سے میں اپنی حمایت اٹھاتا ہوں اور میں ان سے بری الذمہ ہوں ان کی جان و مال کی حفاظت میری اسلامی مملکت پر عائد نہیں ہوتی۔۔۔" [1]

علامہ مدائنی آگے لکھتے ہیں کہ: "معاویہ نے اپنے تمام نمائندوں اور کارندوں کو حکم دیا کہ شیعیان علیؑ کی گواہی قبول نہ کی جائے۔ اور جو لوگ عثمان یا ان کے خاندان کی فضیلت بیان کریں ان کا احترام کیا جائے اور انہیں وافر انعامات سے نوازا جائے اور ایسے افراد کو دربار امیر شام میں تزک و احتشام کے ساتھ حاضر کیا جائے، لہٰذا معاویہ کے دستور کے مطابق تمام گورنروں نے ان لوگوں کا ماہانہ وظیفہ معین کر دیا جو عثمان اور اس کے خاندان کے فضائل بیان کرتے۔ اس طرح عثمان کے فضائل کا ایک ڈھیر لگ گیا"

اس کے بعد مدائنی کہتے ہیں کہ: "معاویہ کی اس تشویق اور وافر انعامات کی وجہ سے پوری اسلامی مملکت میں حدیث گڑھنے کا بازار گرم ہوگیا، چنانچہ نبی اکرمؐ کی زبان سے ہر مردود اور مبغوض شخص جو معاویہ کے کسی نہ کسی گورنر کے پاس عثمان کی شان میں حدیثیں گڑھ کر لاتا وہ اسے بغیر کسی چون و چرا کے قبول کر لیتا اور اس کا نام فوراً انعامات کے رجسٹر میں لکھ دیا جاتا! دربار معاویہ میں ایسے شخص کے لئے سفارش کر دی جاتی اور ایسے لوگوں کے بارے میں کی گئی سفارش کبھی رد نہ کی جاتی" [2]

اس کے بعد علامہ مدائنی معاویہ کے دوسرے حکم نامہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"کچھ مدت گزرنے کے بعد معاویہ نے دوسرا خط اپنے گورنروں کے نام لکھا جس میں یہ تحریر تھا: عثمان کے بارے میں اب احادیث بہت ہوگئی ہیں اور کافی حد تک اسلامی ممالک میں نشر بھی ہو چکی ہیں، لہٰذا آئندہ آپ حضرات، ابوبکر و عمر و دیگر صحابہ کے بارے میں احادیث نقل کرنا شروع کر دیں، خصوصاً اگر کوئی بھی حدیث علیؑ کے فضائل میں نظر آئے تو اس کے مشابہ ابوبکر و عمر کی شان میں احادیث جعل اور نقل کرو اور تمہارا یہ کام میری آنکھوں کی ٹھنڈک ثابت ہونے کے ساتھ ابوترابؑ کی شخصیت کو مجروح کرنے کے لئے بہترین طریقہ ہے، اسی طرح یہ طریقہ ان کے شیعوں کی بیخ کنی کا سبب بھی ہے، میرے خیال میں علیؑ اور شیعیان علیؑ کو تکلیف پہنچانے کے لئے یہ کام عثمان کے فضائل نقل کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔

جب اس مضمون کا خط لوگوں کے سامنے پڑھا گیا تو بہت ہی کم مدت میں ابوبکر و عمر کی شان میں حقیقت سے پرے جھوٹی حدیثوں کے انبار لگ گئے اور لوگوں نے ایسی حدیثوں کے نقل اور نشر کرنے میں حتی الامکان پوری کوشش کی، یہاں تک کہ ان کی گڑھی ہوئی حدیثوں کو خطباء و

---

[1] صحیحین کا ایک مطالعہ، تالیف محمد صادق نجمی، ترجمہ و تحقیق محمد منیر خان لکھیم پوری، جلد اول، صفحہ 60، ناشر انتشارات مرکز جہانی علوم اسلامی قم، پہلا ایڈیشن 2006۔

[2] صحیحین کا ایک مطالعہ، تالیف محمد صادق نجمی، ترجمہ و تحقیق محمد منیر خان لکھیم پوری، جلد اول، صفحہ 61، ناشر انتشارات مرکز جہانی علوم اسلامی قم، پہلا ایڈیشن 2006۔

ISSN No.2455-636X

واعظین نماز کے بعد بالائے منبر بیان کرنے لگے خصوصاً نماز جمعہ کے خطبوں میں حضرت ابوبکر وعمر و دیگر صحابہ کرام کے فضائل ومناقب میں حدیثیں بیان ہونے لگیں، حتیٰ کہ بچوں کو بھی تعلیم دینے کا حکم دے دیا گیا، چنانچہ بچے قرآن مجید کی مانند ان صحابہ کے فضائل کی جھوٹی حدیثیں حفظ کرتے، یہی نہیں بلکہ جعلی احادیث کے حفظ کرنے کا رواج بچوں، عورتوں، غلاموں اور کنیزوں میں بھی جاری ہوگیا، اس طرح آہستہ آہستہ تمام اسلامی ممالک میں جعلی روایتوں کا ایک ڈھیر ہوگیا"!! [۱]

اسلامی صاحب! ان حالات میں اندازہ لگائیے کہ امام علیؑ اور آپ کی پاک اولادؑ کی کردارکشی کرنے والی کیسی کیسی حدیثیں کتابوں میں آگئی ہیں!

جو روایت آپ نے نقل کی ہے اس میں تو شراب نوشی ہی دکھائی گئی ہے! لیکن حد تو اُس وقت ہوجاتی ہے جب معاویہ کے حدیث سازی کے کارخانہ میں ایک ایسی حدیث گڑھ دی جاتی ہے جس میں رسول اکرمؐ کے چچا عباسؓ، اور آپؐ کے داماد حضرت علیؑ کو نعوذ باللہ! یہ دکھایا گیا ہے کہ ان دونوں کی موت دین نبیؐ پر نہیں ہوگی! [۲] (نقل کفر کفر نباشد)

رَوَى الزُّهْرِيُّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ إِذْ أَقْبَلَ الْعَبَّاسُ وَ عَلِيٌّ، فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ! إِنَّ هَذَيْنِ يَمُوتَانِ عَلَى غَيْرِ مِلَّتِي. أَوْ قَالَ: دِينِي.

زہری، "عروہ بن زبیر" سے اور یہ عائشہ سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ: عائشہ نے کہا میں رسول خداؐ کے پاس تھی، کہ اتنے میں عباسؓ اور علیؑ آگئے تو رسول خداؐ نے فرمایا: اے عائشہ یہ دونوں میری ملت سے بیگانہ یا میرے دین کے علاوہ (کسی دوسرے دین پر) مریں گے! [۳]

اسلامی صاحب! اگر علیؑ نہ ہوتے تو اسلام کو ابوسفیان اور اس کی اولاد گھٹنوں بھی نہ چلنے دیتی، یہ علیؑ ہی کا دم تھا جنہوں نے اپنی جان کی بازی لگا کر اسلام اور رسول مکرمؐ کی حفاظت فرمائی، اسی لئے "جماعت" کے بانی ابوسفیان کے بیٹے معاویہ کا جب شیر خدا پر تلوار کے ذریعہ زور نہ چل سکا تو اُس نے کردارکشی کا راستہ اپنایا جس کی کاٹ تلوار سے زیادہ گہری ثابت ہوئی اور نتیجہ سامنے ہے کہ 1400 سال بعد بھی آپ جیسے نہ جانے کتنے نادان مسلمان کردار علیؑ پر ضربیں لگا رہے ہیں!!

اسلامی صاحب! اگر اب بھی آپ کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی ہو تو اس حدیث کو دیکھئے جو مجھے صرف آپ کو آئینہ دکھانے کے لیے نقل کرنی پڑ رہی ہے ورنہ میں دشمن علیؑ "عروہ بن زبیر" کی یہ دو حدیثیں ہرگز نقل نہ کرتا:

"عروہ بن زبیر" نے اپنی اس دوسری حدیث میں رسول کے چچا حضرت عباسؓ اور حضرت امام علیؑ کو اہل آتش سے دکھایا ہے نعوذ باللہ!:

عن عروة زعم ان عائشة حدثته فقالت: كنت عند النبي - صلى الله عليه وآله - فأقبل العباس وعلي. فقال النبي: يا عائشة ان سرك ان تنظري إلى رجلين من أهل النار فانظري إلى هذين قد طلعا فنظرت فإذا العباس وعلي بن أبي طالب

عروہ بن زبیر کہتا ہے کہ میں نے عائشہ سے سنا کہ اس نے کہا: میں رسول خداؐ کے پاس تھی، رسول خداؐ نے فرمایا: اے عائشہ اگر تمہیں اہل

---

[۱] سقیفہ کا ایک مطالعہ، تالیف محمد صادق نجمی، ترجمہ و تحقیق محمد منیر خان لکھیم پوری، جلد اول، صفحہ 62-61، ناشر انتشارات مرکز جہانی علوم اسلامی قم، پہلا ایڈیشن 2006ء۔

[۲] شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید شافعی، جلد 4، صفحہ 64، ناشر مکتبہ آیت اللہ مرعشی نجفی قم

[۳] شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید شافعی، جلد 4، صفحہ 64، ناشر مکتبہ آیت اللہ مرعشی نجفی قم

ISSN No.2455-636X

آتش سے دو لوگ دیکھنے پسند ہوں تو دیکھ لو، میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو عباسؓ اور علیؑ وارد ہو رہے تھے۔[1]

اسلامی صاحب! کیا اب بھی آپ اپنی صفائی بنام "اعتذار" میں مے نوشی والی حدیث کا یہ کہہ کر دفاع کریں گے کہ میں نے فلاں فلاں کتاب سے نقل کی ہے!؟

اسلامی صاحب! اب جبکہ آپ کو معلوم ہو گیا کہ دشمنوں نے امام علیؑ کی کردار کشی کے لئے کوئی کور کسر باقی نہیں رکھی ہے تو اب آپ آئندہ جب بھی اہل بیتؑ کے سلسلہ میں قلم اٹھائیں تو تحقیق ضرور کر لیں۔

اسلامی صاحب! آپ نے کتنی غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا، اپنے مضمون میں آپ اتنی بڑی بات لکھنے جا رہے تھے کم سے کم اس حدیث کی سند تو دیکھ لیتے، راویوں کی جانچ پڑتال کر لیتے اور اس روایت کو درایت پر پرکھ لیتے!؟ اگر آپ ایسا کرتے تو اتنے بڑے گناہ سے بچ جاتے۔

اسلامی صاحب! صحابہ کی مے نوشی سے متعلق جو حدیث آپ نے نقل کی ہے اسے ترمذی[2] اور ابوداؤد[3] نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے جو اس لحاظ سے قابل غور ہے :

1- اس حدیث کا راوی اول "ابی عبد الرحمٰن سُلَمی" ہے جس نے صفین میں امام علی علیہ السلام کی رکاب میں معاویہ سے جنگ بھی کی تھی[4] لیکن بیت المال سے اسے اور اس کے خاندان کو مال نہ ملا جس کی وجہ سے سُلَمی امام علی علیہ السلام سے علیحدہ ہو کر عثمانیوں سے جا ملا، ابراہیم ثقفی نے علیؑ سے علیحدہ ہو کر معاویہ سے جا ملنے والے کچھ لوگوں کی ایک فہرست نقل کی ہے جس میں اس ابوعبد الرحمٰن سُلَمی کا نام بھی شامل کیا ہے ملاحظہ فرمائیں:

کوفہ میں کچھ فقہا تھے کہ جو علیؑ سے دشمنی رکھتے تھے اور علیؑ کو چھوڑ کر ان کی اطاعت سے خارج ہو گئے تھے (اگرچہ کوفہ میں شیعیت کا غلبہ تھا) ان میں سے کچھ یہ تھے: مرہ ہمدانی، مسروق بن اجدع، اسود بن یزید، ابووائل شقیق بن سلمہ، شریح بن حارث قاضی، ابوموسیٰ اشعری کا بیٹا ابوبردہ کہ جس کا نام عامر بن عبداللہ بن قیس تھا یہ بھاگ کر مکہ چلا گیا تھا اور لوگوں نے اس سے دوری اختیار کر لی تھی، ابوعبد الرحمٰن سُلَمی، عبداللہ بن عکیم، قیس بن حازم، سہم بن طریف، زہری اور شعبی۔[6]

جب سُلَمی کا خاندان معاویہ سے جا ملا تو معاویہ نے اسے مالا مال کر دیا، معاویہ ہر اس شخص اور گروہ کو جو علیؑ کا ساتھ چھوڑ کر اس کے خیمہ میں چلا جاتا تھا اس پر زر و جواہر کی بارش کر دیتا تھا، نصر بن مزاحم نے ابوعبد الرحمٰن سُلَمی کے قبیلہ "عک" کی معاویہ کی طرف سے دی جانے والی بخشش کو اس طرح بیان کیا ہے:

جس وقت کوفیوں نے یہ دیکھا کہ معاویہ، عکی اور اشعری قبیلوں کو مالا مال کر رہا ہے تو ان میں سے جن کے دل نور ایمان سے خالی تھے،

---

[1] شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید شافعی، جلد 4، صفحہ 64، ناشر مکتبہ آیت اللہ مرعشی نجفی قم

[2] سنن ترمذی، جلد 5، صفحہ 237-238، حدیث نمبر 3024، ناشر شرکۃ مکتبۃ و مطبعۃ مصطفی البابی حلبی مصر، دوسرا ایڈیشن 1975

[3] سنن ابی داؤد، جلد 3، صفحہ 325، حدیث نمبر 3671، ناشر مکتبۃ العصریہ، صیدا بیروت

[4] عطاء بن مسلم عن الاعمش قال قال ابوعبدالرحمن السلمی کنا مع علی بصفین، عطا بن مسلم نے اعمش سے روایت کی ہے کہ ابوعبد الرحمٰن سُلَمی نے کہا کہ ہم صفین میں علیؑ کے ساتھ تھے (تاریخ طبری، ابن جریر طبری، جلد 4، صفحہ 28، مطبوعہ بریل، لیدن 1879 عیسوی۔

[5] المنتخب من ذیل المذیل، ابن جریر طبری، جلد 1، صفحہ 147، مطبوعہ موسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، لبنان

[6] الغارات، تالیف ابراہیم بن محمد ثقفی، ترجمہ عبد المحمد آیتی، جلد 1، صفحہ 208، ناشر وزارت ارشاد تہران، دوسرا ایڈیشن 1374 ہجری شمسی

ISSN No.2455-636X

معاویہ کی طرف مائل ہو گئے ۔۔۔معاویہ نے اس بارے میں کہا کہ: خدا کی قسم مال و دولت کی مدد سے علیؑ کے ساتھیوں کو اپنے پالے میں کرلوں گا تا کہ میری دنیا علیؑ کی آخرت پر غلبہ کرلے[1]

بہرحال! اس حدیث کا راوی اول ایسا شخص ہے جو علی علیہ السلام سے علیحدہ ہو کر عثمانیوں سے جا ملا تھا اور علیؑ سے دشمنی میں مشہور ہے۔

ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے ایسے شخص کی روایت کس طرح قبول کی جاسکتی ہے جس کا شمار علیؑ کے دشمنوں میں ہوتا ہو، طبری نے بھی سُلَمی کی امام علیؑ سے دشمنی اور اس دشمنی کی وجہ اس طرح بیان کی ہے وہ لکھتا ہے:

ایک شخص نے ابوعبدالرحمن سُلَمی سے کہا کہ: تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! تم کب سے علیؑ سے دشمنی رکھتے ہو! کیا یہ وہ زمانہ نہیں تھا کہ جب علیؑ نے کوفہ میں بیت المال سے مال تقسیم کیا، لیکن تجھے اور تیرے خاندان کو کچھ بھی نہیں دیا؟ سُلَمی نے جواب دیا: ہاں ایسا ہی ہے۔[2]

2- ان دونوں روایتوں کے سلسلہ سند میں دوسرا نام "عطا ابن سائب" کا ہے، سائب پر بھی کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے جبکہ وہ دیوانہ ہو گیا تھا، جمال الدین مزی لکھتے ہیں کہ:

یحییٰ سے روایت کی گئی ہے کہ اس نے کہا: عطا دیوانہ ہو گیا تھا اور صرف اس سے ابتدا میں سنی گئی روایت صحیح ہے۔۔۔میں نے یحییٰ بن معین سے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ: "لیث بن ابی سلیم" کی طرح "عطا ابن سائب" بھی ضعیف ہے۔[3]

ان روایتوں کے بقیہ راوی بھی ضعیف ہیں، ان کے بارے میں مطالعہ کر لینا۔

اسلامی صاحب! ہم نے اس موضوع کو بہت اختصار کے ساتھ تحریر کیا ہے امید ہے آپ نے اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا کہ علی علیہ السلام یا اہل بیتؑ کی کسی بھی فرد کے قریب شراب سمیت کوئی بھی رجس یا پلیدگی نہیں آسکتی، اہل بیتؑ کے بارے میں اگر آپ کو کہیں کوئی ایسی حدیث نظر آئے جس میں رجس کی نسبت اہل بیتؑ کی طرف دی گئی ہو تو اسے دیوار پر دے مارنا کیونکہ ایسی ہر حدیث قرآن مجید سے ٹکرا رہی ہوگی، نبی مکرم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو حدیث قرآن سے ٹکرائے اسے دیوار پر دے مارو۔[4]

اب آپ اللہ سے توبہ کیجئے اور علیؑ کا راستہ اختیار کر لیجیے، صحیح روایتوں کی روشنی میں امام علیؑ کا راستہ ہی حق کا راستہ ہے، میں آپ کو امام علیؑ کے راستہ پر چلنے کی دعوت دیتا ہوں تا کہ آپ دنیا و آخرت میں سرخرو رہیں۔

(مولانا) سید پیغمبر عباس عابدی (پیغمبر نوگانوی)

خیمہ پیغمبر، 43- فخر پورہ نوگانواں سادات-244251۔

(امروہہ) اترپردیش

---

[1] وقعہ صفین، نصر بن مزاحم، ترجمہ پرویز اتابکی، جلد 1، صفحہ 595-596، ناشر انتشارات و آموزش انقلاب اسلامی تہران، دوسرا ایڈیشن 1370 ہجری شمسی

[2] المنتخب من ذیل المذیل، ابن جریر طبری، جلد 1، صفحہ 147، مطبوعہ موسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، لبنان

[3] تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، جمال الدین مزی، جلد 20، صفحہ 91، ناشر موسسۃ الرسالہ، بیروت، پہلا ایڈیشن 1980

[4] اذا جاءکم عنی حدیث فاعرضوہ علی کتاب اللہ فما وافق کتاب اللہ فاقبلوہ وما خالفہ فاضربوا بہ عرض الحائط
رسول گرامیؐ نے فرمایا: جب تمہارے سامنے میری کوئی حدیث آئے تو اسے قرآن مجید پر پرکھو اگر اس کے موافق ہو اسے قبول کرلو اور اگر مخالف ہو تو اسے دیوار پر دے مارو (مدخل التفسیر، شیخ فاضل لنکرانی، صفحہ 237، ناشر مرکز فقہ الائمۃ الاطہار قم، چوتھا ایڈیشن 1428 ہجری)

ISSN No.2455-636X

(نقد و تبصرہ کے لئے کتاب کے دو نسخے ارسال فرمائیں)

(۱) قصص الحق

مصنف: مولانا ڈاکٹر محمد تقی علی عابدی، شعبہ علوم مشرقیہ عربی فارسی لکھنؤ یونیورسٹی۔ صفحات: ۱۵۲۔ قیمت ۵۰ روپیے۔ ناشر: ادارۂ اصلاح، لکھنؤ۔ مسجد دیوان ناصر علی مرتضیٰ حسین روڈ لکھنؤ۔ فون نمبر 0522-4077872۔

ای میل: islah_lucknow@yahoo.co.in. www.islah.in

ڈاکٹر محمد تقی علی عابدی استاد شعبہ فارسی لکھنؤ یونیورسٹی کا پسندیدہ موضوع ہے علم الاعداد۔ ایسے دقیق موضوع کو انہوں نے اپنے مضامین اور تالیفات میں آسان بنا کر پیش کر دیا ہے زیر نظر کتاب میں قرآن مجید کے اندر جو حیرت ناک علم الاعداد کا سراغ ملتا ہے اسے بڑے حسین انداز میں انہوں نے پیش کیا ہے۔ قرآن مجید کی آیۂ کریمہ ہے و احصیٰ کُلَّ شیءٍ عدداً۔ اور ہم نے ہر شئی کا احاطہ عدد میں کیا ہے۔ اس آیۂ کریمہ کی روشنی میں انہوں نے قرآن مجید کی متعدد آیات کی مطابقت علم الاعداد کے مطابق حیرت انگیز طور پر کی ہے۔ قارئین کو اس کتاب کے مطالعہ سے لطف بھی آئے گا اور ان کے معلومات میں اضافہ بھی ہوگا۔ اسے حاصل فرمائیں اور مصنف محترم نے اس ضمن میں جو کدو کاوش کی ہے اس کی داد دیں۔

(۲) طرزِ زندگی (فرمودات امام رضا علیہ السلام کی روشنی میں)

تالیف: حجۃ الاسلام محمد باقر پور امینی، ترجمہ: حجۃ الاسلام مولانا ناظم علی خیر آبادی واعظ، صفحات ۸۰۔ قیمت ۶۰/روپیے۔ ناشر: انٹرنیشنل اسلامک لنک، لندن، دستیاب: مرکز تعلیمات و تحقیقات اسلامی محمد آباد گہنہ، ضلع مئو، یوپی الہند۔

دنیا میں پیدا ہو جانا اس کے مشاغل میں شب و روز کو گزار دینا کھانا پینا اور مرجانا یہ زندگی کوئی زندگی نہیں ہے۔ بلکہ موت سے بھی بدتر ہے۔ حقیقی زندگی وہی ہے جس کی جانب اشارہ قرآن مجید نے کیا ہے۔ أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿۱۱۵﴾ () ترجمہ: کیا تم نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ تمہیں بے کار پیدا کیا گیا ہے۔ اور تمہیں ہماری طرف پلٹ کر نہیں آنا ہے۔ جب اللہ کے یہاں جواب دہ ہونا ہے تو اپنی زندگی کو تعلیمات اسلامی کے سانچے میں کارآمد بنانا ہے۔ کارآمد کیسے بنائیں اس کی وضاحت زیر نظر کتاب میں امام علی رضا علیہ السلام کے فرمودات کی روشنی میں موجود ہے۔ کتابچہ میں چار فصلیں ہیں تالیف آقای محمد باقر پور امینی کی ہے اور ترجمہ ماہر عالم دین مولانا ناظم علی خیر آبادی ممتاز الافاضل واعظ کا ہے۔ جن کے قلمی خدمات قابل قدر رہے ہیں۔ اس کتاب کو ہر گھر میں ہونا چاہئے اور تمام اہل خانہ کو اس سے استفادہ کرنا چاہئے

(۳) تذکرۃ سیدنا الامام علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام: (عربی)

جمع و ترتیب: پروفیسر خسرو قاسم علی اکیڈمی، علی گڑھ، صفحات ۲۹۶۔ قیمت درج نہیں۔ دستیاب: پروفیسر خسرو قاسم علی اکیڈمی ۳/رائے پورہ لاج علی گڑھ 202002 انڈیا موبائل نمبر: 08755878084

ISSN No.2455-636X

عربی میں یہ زیر نظر تالیف الشیخ الامام العلامہ ابی سالم کمال الدین محمد بن طلحہ ابن محمد ابن الحسن القرشی العدی النصیبی الشافعی (المتوفی: ۶۵۲ھ) کی ہے۔ جسے نشر فضائل اہل بیت اطہار علیہم السلام میں منہمک رہنے والے پروفیسر خسرو قاسم نے پیش کیا انہیں یہ شرف بھی حاصل ہے کہ وہ روضۂ امام رضا علیہ السلام پر حاضری دے چکے ہیں۔ اس زیر نظر کتاب میں امام رضاؑ کے مراتب و فضائل کو پیش کیا گیا ہے۔ عربی داں حضرات اس کا ضرور مطالعہ کریں۔

(۴) وسیلۃ النجاۃ:

تالیف: مولوی محمد مبین حنفی فرنگی محلی۔ ناشر: پروفیسر خسرو قاسم، علی اکیڈمی، علی گڑھ، صفحات ۴۷۸۔ قیمت درج نہیں۔

دستیاب: پروفیسر خسرو قاسم علی اکیڈمی ۳/رائے پورہ لاج علی گڑھ 202002۔ موبائل نمبر: 08755878084

فرنگی محل لکھنؤ چند جہات سے معروف ادارہ ہے۔ یہ ادارہ درس نظامی کا مرکز رہا ہے۔ یہاں ایک ایسا تبرک موجود ہے کہ جو کم مقامات پر ہے۔ یعنی روضۂ امام حسینؑ کی خاک یعنی خاک شفا جو یوم عاشورہ سرخ ہو جاتی ہے۔ یہیں کی معروف شخصیت ملا مبین فرنگی محلی اس لئے شہرت تامہ رکھتے ہیں کہ انہوں نے فضائل اہل بیت اطہار علیہم السلام پر زیر نظر بہترین کتاب 'وسیلۃ النجاۃ' تحریر فرمائی۔ فضائل اہل بیت اطہار علیہم السلام کا یہ ذخیرہ انتہائی قابل قدر ہے کہ جو تمام عالم اسلام کو دعوت فکر و نظر دیتا ہے۔ قابل تحسین ہیں پروفیسر خسرو قاسم جنہوں نے حجۃ الاسلام مولانا ذو القدر رضوی (یوکے) اور ڈاکٹر منظور نقی (یو ایس اے) کے مالی تعاون سے یہ کتاب شائع فرمائی ہے۔ متن فارسی میں ہے اردو ترجمہ حاشیہ پر ہے۔ قارئین کے لئے یہ بہترین ایمانی تحفہ ہے۔

(۵) نور الانوار فی تذکرۃ الائمۃ الاطہار: (عربی)

مرتبہ: پروفیسر خسرو قاسم علی اکیڈمی، علی گڑھ، صفحات ۴۹۴۔ قیمت درج نہیں۔ دستیاب: پروفیسر خسرو قاسم علی اکیڈمی ۳/رائے پورہ لاج علی گڑھ 202002 انڈیا موبائل نمبر: 08755878084

فضائل اہل بیت اطہار علیہم السلام بیکراں ہیں جو قرآن میں بھی موجود ہیں اور احادیث پیغمبر ﷺ میں بھی۔ شیعیان حیدر کرار علیہم السلام کا تو وجود ہی اہل بیت اطہار علیہم السلام کے وجود کا صدقہ ہے لیکن دوسروں نے بھی بہت کچھ فضائل بیان کئے ہیں جن میں اہل سنت حضرات کے علماء کا ایک قابل ذکر حلقہ ہے جس نے فضائل اہل بیتؑ پر بہت کچھ پیش کیا ہے۔ زیر نظر کتاب میں بھی ائمہ اثنا عشر کا تذکرہ اہل سنت حضرات کے قلم سے ہے۔ جسے پروفیسر خسرو قاسم نے پیش کیا ہے۔ اس کتاب میں گیارہ فصلیں ہیں جن میں سلسلہ بسلسلہ ہر امام کا ذکر کیا گیا ہے۔ پہلی فصل میں مولائے کائنات حضرت علیؑ کا ذکر ہے۔ دوسری فصل میں امامین کریمین حضرات حسنین علیہما السلام کا تذکرہ ہے۔ اور آخری یعنی فصل یازدہم میں امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا ذکر ہے۔ یقیناً یہ کتاب لائق مطالعہ ہے۔

(۶) جذباتِ زبیر (مجموعۂ قصائد و سلام)

مصنف: سید زبیر عباس زیدی، صفحات: ۱۵۲، ناشر: ادارۂ اصلاح لکھنؤ۔ مسجد دیوان ناصر علی مرتضیٰ حسین روڈ لکھنؤ۔

فون نمبر 0522-4077872۔ ای میل: islah_lucknow@yahoo.co.in. www.islah.in
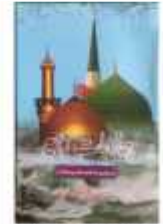
جناب زبیر عباس زیدی سرائے میری پیشے کے لحاظ سے استاذ رہے ہیں اور ایک نسل کی تعلیم و تربیت میں قابل قدر حصہ لیا

ISSN: No.2455-636X

ہے۔ زید پور بارہ بنکی کے زمانہ قیام میں وہاں کے شعر و سخن کے ماحول کے پیش نظر مشق سخن بھی جاری رہتی تھی۔ زیر نظر کتابچہ میں ان کا کلام پیش کیا گیا ہے۔ ان کے کلام کے محاسن پر زید پور کی علمی و ادبی شخصیت ڈاکٹر محمد حیدر نے روشنی ڈالی ہے۔ ان کے کلام کی ندرت کا اندازہ قارئین کو ہو جائے اس کے پیش نظر مدح امام رضا علیہ السلام میں جو طرحی کلام اس کتابچہ میں موجود ہے وہ نقل ہے۔ طرح تھی: سچ پوچھئے نجات تو راہ رضا میں ہے۔

پھر عصمتی گلوں کی مہک سی ہوا میں ہے — آمد بہار کی چمن مصطفیٰ میں ہے

چاروں طرف یہ محفل کونین میں خوشی — پیدائش جناب امام رضا میں ہے

حسرت سے دیکھتے ہیں فرشتے زمین کو — حل علی کی دھوم جو اہل ولا میں ہے

یوں تو سبھی نجات کے داعی ہیں اے زہیرؔ — سچ پوچھئے نجات تو راہ رضا میں ہے

وہ زید پور میں طرحی نشستوں میں اپنا کلام پیش کرتے تھے۔ افسوس کہ ایسا زندہ دل مداح اہل بیت ضعیفی کے عالم میں ایک شدید صدمہ سے دوچار ہو گیا۔ ان کے عالم، مبلغ، جواں سال منجھلے فرزند حجۃ الاسلام مولانا ثناء عباس زیدی کوو‌ڈ ۱۹ کی زد میں آکر ۱۶؍ مئی ۲۰۲۱ کو داغ مفارقت دے گئے۔

(۷) تلخیاں (انشائیے)

مصنف و ناشر: شبر امام، مرتبہ مریم فاطمہ (ایم۔ اے بی ایڈ موبائل نمبر: 9661069098) صفحات ۱۳۶۔ قیمت دو سو روپئے۔ دستیاب: شبر امام، پالی کالونی مغل پورہ، پٹنہ ۸۰۰۰۰۸ (بہار) موبائل نمبر: 9470083840

جناب شبر امام بزرگ ادیب و صحافی ہیں، بہت لکھا کئی کتابیں تیار کر دیں مولانا حسن عباس فطرت طاب ثراہ نے ایک موقع پر فرمایا تھا شبر امام نے تو بہت سی کتابیں لکھ ڈالیں انہیں میں سے یہ زیر نظر انشائیے تلخیاں بھی ہے۔ ان کے اندر جو مضامین ہیں وہ طنز و مزاح کا ایک شاہکار ہے۔ ایسا طنز جس میں اصلاح معاشرہ کی للک موجود ہو۔ مثلاً: مسلمانو! ووٹ دو۔ کرسی کی ہوس۔ ووٹ کے بھکاری، انتخابی ٹکٹ کا میلہ، دیش بچاؤ، کتابوں کا مقبرہ، وغیرہ وغیرہ۔ قارئین جب مطالعہ کریں گے تو یقیناً خوب لطف اندوز ہوں گے کتاب کو حاصل فرمائیں اور اس کا مطالعہ فرمائیں

(۸) فسانہ ہمت

مصنف: امداد امام اثر۔ مرتب: شبر امام۔ صفحات ۳۸۴۔ قیمت: ۲۳۱۔ ناشر: ادارہ حسینی سماج پالی کالونی پٹنہ 800008 (بہار) دستیاب شبر امام پالی کالونی چھوٹی بازار مغل پورہ پٹنہ سٹی 800008 (بہار)

بزرگ ادیب شبر امام کی مرتبہ اس کتاب میں جو کردار پیش کئے گئے ہیں وہ علاقائی نہیں بلکہ ان میں وسعت موجود ہے اس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ لکھنے والا کسی ایک جگہ بیٹھنے والا نہیں ہے۔ بلکہ وہ جہاں گرد ہے۔ بھانت بھانت کی چیزیں وہ لے کر آیا ہے۔ اس کا کچھ ہلکے سے خاکے سے اندازہ ہو جائے گا کہ کتاب میں کتنی ہمہ گیری ہے۔ مثلاً: علم جغرافیہ اور علم تاریخ کی ضرورت، ملک اسقلین، آغاز داستان، کولمبوس المیڈ اور مس میریا فرڈینڈ، مجبورانہ قیام جزیرہ، نو آبادی کا پہلا زینہ، وحشیانہ جزائر سے مقابلہ، الفائری اور اس کے ہم قوم وغیرہ وغیرہ۔ اس کتاب کے مطالعہ سے قاری کی طبیعت اچاٹ نہیں ہوگی۔ بلکہ جو داستانیں بیان کی گئی ہیں ان میں وہ کھو کر رہ جائے گا۔ اور شبر امام کی تحریروں میں جو وسعت ہے اس کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہے گا۔ اسے حاصل فرما کر اس کا مطالعہ فرمائیں۔ اور شبر امام کو داد دیں۔

ISSN No.2455-636X

مختصر اخبار قومی

(نوٹ) گزشتہ شمارہ بہت نامساعد حالات میں تیار ہوا منیجر و مدیر مسئول و مدیر اعزازی کی والدہ محترمہ اہلیہ مولانا سید محمد غافر جوراسی مدظلہ حالیہ وبا کا شکار ہو کر ایرا میڈیکل کالج لکھنؤ میں نازک حالت میں داخل رہیں۔ اب افاقہ ہے گھر پر زیر علاج ہیں ایسی صورت حال میں خانوادہ اور ان کی اولاد کا پریشان رہنا فطری ہے۔ ان کے منجھلے فرزند حجۃ الاسلام مولانا سید محمد فائز باقری اپنے اہل وعیال کے بغیر تنہا کسی طرح آگئے اور والدین کی خدمت میں مصروف ہیں۔ مومنین ان کی صحت عاجلہ کے لئے دعا فرماتے رہیں۔ میرا قیام بھی قبل ماہ صیام سے وطن جوراس ضلع بارہ بنکی ہی میں ہے اگر چہ ماہ صیام کی برکتوں سے کچھ افاقہ ہوا ہے پھر بھی بینائی کی دقتیں در پیش ہیں پڑھنا لکھنا موبائل میں نمبر دیکھنا یہ سب ممکن نہیں رہا۔ "املا" کے ذریعہ ادارے کا جو کام ہے اُسے پورا کرتا ہوں۔ لہٰذا مجلہ میں جو نقائص رہ گئے ہوں انہیں نظر انداز فرمائیں اور نقائص سے متوجہ بھی فرمادیں۔۔ (مدیر)

اخبار غم: موت العالم موت العالم

منیت رضوی زید پوری کی اطلاع کے مطابق ان کے خسر معظم بزرگ عالم و مبلغ مولانا سید لیاقت رضا رضوی نے ایک عرصے کی علالت کے بعد ۳ رمئی کو لکھنؤ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ امام باڑہ غفرانمآب میں سپرد لحد ہوئے۔ دفن سے پہلے مجلس کو الحاج مولانا تصدیق حسین رضوی زید پوری نے خطاب کیا نماز جنازہ مرحوم کے ہم زلف آفتاب شریعت مولانا کلب جواد صاحب قبلہ نے پڑھائی۔ سوگواروں کی موجودگی میں انہیں سپرد لحد کیا گیا۔ انتقال سے چار پانچ دن قبل مرحوم نے مدیر اصلاح کو فون بھی کیا تھا۔ اور اپنی شدت علالت پر تبصرہ کیا تھا۔ افسوس کہ لکھنؤ سے باہر ہونے کی وجہ سے ان کے دفن میں شرکت نہیں ہوسکی۔ مرحوم خانوادہ باقر العلوم سے تعلق رکھنے والے عالم حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید علی رضوی طاب ثراہ کے داماد تھے اہلیہ کی رحلت کے بعد حجۃ الاسلام مولانا سید محمد عباس رضوی طاب ثراہ کی بیٹی سے عقد ہوا۔ پسماندگان میں اہلیہ فرزندان و دختران ہیں۔ مرحوم ولایت امیر المومنینؑ کے سلسلے میں بہت واضح موقف رکھتے تھے اور اس سلسلے میں کسی رو رعایت کے قائل نہیں تھے۔ اپنی مجلسوں میں بھی اس پہلو کو نمایاں رکھتے اگر چہ ایک مبلغ کی حیثیت سے قوم کو خامیوں کی جانب متوجہ بھی کرتے رہتے۔ خوجوں میں انہوں نے بہت تبلیغی کام انجام دیئے وہ ان کو انتہائی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ سیوم مجلس امام باڑہ ملکہ جہاں تحسین گنج لکھنؤ میں ہوئی جسے حجۃ الاسلام مولانا سید علی عباس رضوی نے خطاب کیا۔

(۲) شعبۂ شیعہ دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سابق صدر مولانا پروفیسر فرمان حسین صاحب قبلہ ممتاز الافاضل نے ۳ رمئی کو علی گڑھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ ان کا آبائی وطن کنگیر و ضلع مظفر نگر تھا۔ مرحوم نے اس شعبہ کی سربراہی کے دوران بہت سے تعمیری کام انجام دیئے بھی کتابوں کے مولف و مصنف تھے اچھے مضمون نگار تھے ادارۂ اصلاح کی جانب سے جب بھی ان سے استدعا کی گئی انہوں نے تفصیلی مضمون تحریر کیا۔ ناظمیہ عربی کالج کے زمانہ طالب علمی میں ان کے ہمدرس ساتھیوں میں سے مولانا سید محمد غافر صاحب جوراسی ان کے عزیز ترین دوست تھے۔ لکھنؤ جب بھی تشریف لاتے ان سے ملاقات کرتے ان کی درسی لیاقت کے پیش نظر انہوں نے ان کو شعبہ شیعہ دینیات کا ممتحن بھی مقرر کیا تھا۔ اس سلسلے میں ان کے علی گڑھ کے کئی سفر ہوئے۔ جب ان کی معذوری میں کچھ اضافہ ہوا تو ان کے چھوٹے بھائی مدیر اصلاح کو بھی ممتحن مقرر کیا۔ یہ سلسلہ حجۃ الاسلام مولانا سید علی محمد نقوی کے دور میں ختم ہوا۔ مولانا ڈاکٹر فرمان حسین صاحب کی رحلت حالیہ وبا کووڈ ۱۹ کے عروج کے زمانے میں ہوئی جب یونیورسٹی کے متعدد پروفیسر اور دانشور لقمۂ اجل بنے یہاں تک

ISSN No.2455-636X

کہ اس موضوع پر تحقیق کے مطالبات بھی ہوئے۔ حکومت کو براہ راست ڈین نے صورت حال سے مطلع کیا۔ مرحوم کے چالیسویں کی مجلس ۶ر جون کو ہوگی مولانا سید نعیم عباس صاحب قبلہ خطاب فرمائیں گے۔

(۳) مشہور بین الاقوامی خطیب مولانا ابو القاسم صاحب الہ آبادی نے طویل عرصہ بستر علالت پر گذارنے کے بعد ۱۶ و ۱۷ مئی کی درمیانی شب کو اپنے وطن الہ آباد میں سفر آخرت اختیار کیا۔ ۱۸ر مئی کو مجلس سوئم میں مولانا سید سرفراز حسین رضوی کا بیان ہوا۔ ان کی رحلت پر متعدد شخصیتوں اور اداروں نے تعزیت پیش کی ہے۔

(۴) مولانا علی مہدی رضوی قمی بارہ بنکوی کی اطلاع کے مطابق بنارس کے نائب امام جمعہ مولانا امین حیدر حسینی کے والد ماجد بزرگ عالم و مداح اہل بیتؑ جناب مولانا عباس حیدر جذب حسینی نے طویل علالت کے بعد ۹ر مئی کو بنارس میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ دوسرے دن کثیر مجمع کی موجودگی میں سپرد لحد ہوئے مرحوم کا کلام پختہ ہوتا تھا اور بالخصوص اہل علم میں بہت مقبول ہوتا تھا۔ مرحوم کی مجلس چہلم ۲۰ر جون کو جامعہ ایمانیہ میں ہوگی۔ حجۃ الاسلام مولانا حسین مہدی حسینی صاحب قبلہ مجتبیٰ خطاب فرمائیں گے۔

(۵) جامعہ سلطانیہ لکھنؤ کے سابق استاذ مولانا سید محمد اصغر صاحب قبلہ کے چھوٹے بھائی مولانا محمد عمران نے مختصر علالت کے بعد ایرا میڈیکل کالج لکھنؤ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ سویم کی مجلس ٹاپے والی گلی میں اختر حسین صاحب کی مسجد میں ہوئی جس میں مولانا سید محمد حسنین باقری کا بیان ہوا۔ مرحوم امریکہ میں مقیم عالم و مبلغ مولانا سید علی حیدر صاحب قبلہ کے بہنوئی تھے۔

(۶) مولانا ابو القاسم صاحب قبلہ بجنوری اعلی اللہ مقامہ کے فرزند اور مولانا خادم حسین صاحب مرحوم کے چھوٹے بھائی مولانا عارف حسین صاحب نے اپنے وطن بجنور میں یکم مئی کی شب میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور وہیں سپرد لحد ہوئے اس سے پہلے وہ کانپور میں کئی سال تک تبلیغی خدمات انجام دے چکے تھے اور اب بجنور ضلع لکھنؤ میں مقیم تھے۔

(۷) مولانا میثم وزیری قمی کی اطلاع کے مطابق ان کے والد مشہور عالم و اہل قلم حجۃ الاسلام مولانا وزیر عباس مظفر نگری نے ۵ مئی کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ اپنے وطن گڑھی مجھیڑا مظفر نگر میں آسودہ لحد ہوئے۔ موصوف کے تراجم بہت زیادہ ہیں جن سے علمی حلقہ اور عوام استفادہ کرتے رہتے ہیں۔

(۸) مولانا سردار حسین صاحب سانکھنوی کی اطلاع کے مطابق مشہور عالم خطیب مولانا قمر غازی انتہائی نازک حالت میں مظفر نگر میں زیر علاج رہے کئی مرتبہ ان کی موت کی غلط اطلاعات بھی آئیں لیکن بالآخر ۲۲ر مئی کو انھوں نے داغ مفارقت دے ہی دیا۔ ان کی رحلت پر متعدد علماء اداروں اور تنظیموں نے تعزیتی پیغامات جاری کئے ہیں۔

(۹) جوان عالم دین خطیب اہل بیتؑ مولانا احمد حسن واعظ نے ۴ مئی کو آگرہ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ مرحوم نے لکھنؤ میں جامعۃ التبلیغ اور مدرسۃ الواعظین میں کسب علم کے بعد مختلف علاقوں میں تبلیغی فرائض انجام دیے؛ حال میں شاہ گنج آگرہ میں خدمت دین میں مصروف تھے۔ مرحوم اپنے وطن امسن کلاں فیض آباد میں سپرد خاک ہوئے۔ پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ تین بیٹیاں اور نو مولود بیٹا ہے۔

(۱۰) سرائے میر بارہ بنکی کے مداح اہل بیتؑ ماسٹر زہیر عباس زیدی کے منجھلے فرزند حجۃ الاسلام مولانا شاد عباس زیدی کووڈ ۱۹ کے زیر اثر چرک ہاسپٹل لکھنؤ میں زیر علاج رہے، ان کے بڑے بھائی ایاز حیدر زیدی اور چھوٹے بھائی عارض حیدر زیدی کی سخت محنتوں کے بعد بھی وہ جاں بر نہ ہو سکے۔ نگیٹیو رپورٹ آنے کے بعد بھی وہ سخت مرحلے سے گزرے پھیپھڑے بہت متاثر

ISSN No.2455-636X

ہو گئے تھے زندہ نہ بچ سکے عین عالم جوانی میں ۲۰ رمئی کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ کربلا سول لائنس میں سپرد لحد ہوئے اس موقع پر مجالس عزا کو الحاج مولانا تصدیق حسین زیدپوری اور الحاج مولانا عطا مہدی زیدپوری نے خطاب کیا نماز جنازہ ہادی ٹی وی کے نمائندہ حجۃ الاسلام مولانا حیدر عباس رضوی نے پڑھائی۔ پسماندگان میں ضعیف والدین، بیوہ اور تین کم عمر فرزند اور دو بھائی ہیں۔ ان کے سیوم کی مجلس مذکورہ کربلا میں ۲۲ رمئی کو ہوئی پیش خوانی کے بعد مولانا اعجاز حسین جرگانوی، الحاج مولانا ابن عباس رضوی، الحاج مولانا محمد رضا رضوی، اور الحاج مولانا تصدیق حسین رضوی زیدپوری نے اپنے تاثرات غم پیش کئے مجلس عزا کو وثیقہ عربی کالج فیض آباد کے استاد حجۃ الاسلام مولانا وصی حسن خاں صاحب قبلہ نے خطاب فرمایا۔ مرحوم کے چالیسویں کی مجلس اسی جگہ ۲۴ رجون کو ہوگی جسے جامعہ اہل بیت نئی دہلی کے بانی حجۃ الاسلام مولانا قاضی محمد عسکری صاحب قبلہ بیان فرمائیں گے۔ مولانا ثناء عباس مرحوم نے انٹر کرنے کے بعد انوار العلوم الہ آباد میں پانچ سال تک دینی تعلیم حاصل کی پھر دس سال تک حوزہ علمیہ قم میں درس حاصل کیا۔ حوزہ علمیہ قم سے درس حاصل کرنے کے بعد وہ ایک پُر جوش اور فعال مبلغ کی حیثیت سے قوم کے سامنے آئے، دھیاور ضلع امبیڈکر کے امام جمعہ و جماعت تھے۔ افسوس یہ ہے کہ مجلسوں میں قوم کو بیدار کرنے کا فریضہ انجام دیتے دیتے ابدی نیند سو گئے۔

(۱۱) مشہور خطیب جناب عابد بلگرامی کی اہلیہ محترمہ سیدہ زاہدہ زیدی بنت مولانا سید اختر زیدی نے ۱۹ رمئی کو سفر آخرت اختیار کیا۔

(۱۲) تاخیر سے موصولہ اطلاع کے مطابق امامیہ ہال نئی دہلی کی ہر دل عزیز شخصیت جواں سال بلال نقوی نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

(۱۳) روزنامہ اودھ نامہ کے بانی متعدد دینی امور انجام دینے والے مخیر مرد مومن جناب وقار مہدی رضوی ابن مرحوم منظر مہدی رضوی نے ایک طویل عرصے تک کورونا کے زیر اثر موت و زندگی کی کشمکش میں رہنے کے بعد ایرا ز میڈیکل کالج لکھنؤ میں ۶ رمئی کو ۵۵ سال کی عمر میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اور امام حسینیہ غفرانمآب لکھنؤ میں سپرد لحد ہوئے، نماز جنازہ مسجد نور محل کے امام جمعہ و جماعت مولانا شبر حسین واعظ نے پڑھائی۔ مرحوم کے آبائی مکان کلن کی لاٹ امین آباد لکھنؤ میں سوئم کی مجلس میں کو آن لائن ہوئی موصوف ہی کا بیان ہوا۔ ان کی موت پر قومی علمی و ادبی اور صحافتی حلقوں میں کافی رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔ مرحوم انتہائی فعال اور قومیات میں پیش پیش رہنے والے مرد مومن تھے۔

(۱۴) شعور زیدی کی اطلاع کے مطابق ان کی پھوپھی انور فاطمہ بنت ابرار حسین صاحب زیدی موتک پوری نے ۱۶ مئی کو ایرا میڈیکل کالج لکھنؤ میں انتقال کیا۔ اپنی سسرال بلاؤں بارہ بنکی میں سپرد لحد ہوئیں۔ ان کے شوہر منظور حسین صاحب زیدی بھی صاحب فراش ہیں اور ایرا ز میڈیکل کالج میں داخل ہیں۔

(۱۵) مولانا حسن عسکری ممتاز الافاضل کی اطلاع کے مطابق مبارک پور کے عظیم علمی مرکز مدرسہ باب العلم کے منیجر جناب اختر عباس ابن الحاج مبارک حسین مرحوم تقریباً ۵۵ برس کی عمر میں ۲۶ راپریل کو انتقال فرمایا نماز جنازہ شیعہ عیدگاہ میں ہوئی جس کو مولانا مظاہر حسین صاحب پرنسپل باب العلم نے پڑھائی۔ سیوم کی مجلس کو مولانا مہدی حسینی صاحب استاذ مدرسہ باب العلم نے پڑھی۔ جس سے پورے علاقہ میں رنج و غم چھا گیا۔ خدا مرحوم کی مغفرت فرمائے اہل خانہ اور اعزاء و اقرباء کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

(۱۶) مولانا ضیغم عباس صاحب امام جمعہ و جماعت اناؤ نے مطلع کیا ہے کہ ان کے خسر معظم کے بھائی خریدار اصلاح مشہور مرثیہ گو اور مداح اہل بیتؑ جناب عشرت رضوی لکھنوی نے تقریباً ۷۲ سال کی عمر میں مختصر علالت کے بعد ۱۹ راپریل کو انتقال کیا۔ نماز جنازہ مولانا ضیغم عباس صاحب نے پڑھائی اور مجلس مولانا مصطفیٰ رضا نے پڑھی۔ کربلا تال کٹورہ میں سپرد لحد ہوئے۔ پنجم کی مجلس میں مولانا سعید الحسن صاحب کا بیان

ISSN No.2455-636X

ہوا۔ ۲۶ اپریل کو عشرت صاحب کے بڑے بھائی مجتبیٰ حسن رضوی ابن افضل حسین کیفی نے انتقال فرمایا۔ نماز جنازہ مولانا غضنفر نواب صاحب استاذ مدرسہ سلطانیہ نے پڑھائی اور مجلس پڑھی۔ دونوں بھائیوں کا کا چالیسواں ۲۷ مئی کو شبیہ روضہ حضرت مسلم رئیس منزل حسین آباد لکھنؤ میں ہوئی جس کو حجۃ الاسلام مولانا سید حیدر عباس رضوی نے خطاب فرمایا۔

(۱۷) مولانا میثم زیدی صاحب نے مطلع کیا ہے کہ ان کے بڑے بھائی پروفیسر محمد عبد جون زیدی کا مختصر علالت کے بعد ۱۶ مئی کو ایراز میڈیکل کالج میں انتقال ہوا۔ اس سے پہلے وہ پٹنہ میں وبائی مرض کا شکار ہوگئے مولانا نے علاج کے لئے لکھنؤ بلوالیا لیکن وہ جان بر نہ ہوسکے امام باڑہ غفرانمآب لکھنؤ میں سپرد لحد ہوئے۔ مولانا کے ایک اور برادر بزرگ جناب ابوطالب صاحب کا ۲۲ جنوری کو اسی مرض میں لندن میں انتقال ہوگیا تھا۔

(۱۸) مترجم قرآن معروف اہل قلم اور خطیب مولانا رئیس احمد جارچوی کو اس وقت شدید صدمے سے دو چار ہونا پڑا جب ان کے داماد رضا حسین زیدی کا ۲۲ مئی کو جوانی کے عالم میں انتقال ہوگیا۔ مرحوم کے چھوٹے بھائی شجاع حسین کا بھی کورونا کی زد میں آکر ۲۷ مئی کو انتقال ہوگیا۔ ان شدید سانحات پر مولانا موصوف کے احباب اور شناسا حضرات نے انہیں دلی تعزیت پیش کی ہے۔ ادارہ اصلاح بھی دلی تعزیت پیش کرتا ہے۔ اور اس غم میں ان کا شریک ہے۔

(۱۹) سید سلیم الحسن نوتہروی کی اطلاع کے مطابق مولانا سید شبیہ الحسن نوتہروی صاحب طاب ثراہ کے داماد ڈاکٹر سید افتخار حسین فیضی کا درگاپور بنگال کے اسپتال میں وبائی لہر میں مبتلا ہونے کے بعد اچانک ہارٹ اٹیک سے ۱۱ مئی کو رات ۱۰ بجے انتقال ہوگیا۔ میت پٹنہ لائی گئی جہاں مولانا سید مراد رضا صاحب نے سارے امور انجام دیئے اور ۱۲ مئی کو شام ۶ بجے اپنے آبائی قبرستان مغل پورہ پٹنہ سٹی میں سپرد لحد ہوگئے۔ سیوم کی مجلس ۱۵ مئی کو ہوئی جن میں جناب مولانا سید مراد رضا صاحب قبلہ کا بیان ہوا۔ چالیسویں کی مجلس ۶ جون کو ہوگی جس میں مولانا سید شاید حسین میثم نوتہروی کا بیان ہوگا۔ مرحوم کے پسماندگان میں اہلیہ اور ایک بیٹا ایک بیٹی ہیں۔

(۲۰) سیدہ واڑہ صفی پور اناؤ سے سید علی رضا بھیو نے اطلاع دی ہے کہ ان کے والد محترم سرکاری اسکول میں کرکٹ کے ماہر استاد اور صوبائی وزیر محسن رضا کے چچا ماسٹر رضا نے ۱۶ و ۱۷ اپریل کی درمیانی شب میں طویل علالت کے بعد انتقال کیا وطن میں سپرد لحد ہوئے نماز جنازہ امام جمعہ و جماعت مولانا رضی الجعفر نے پڑھائی سویم کی مجلس پڑھی چالیسویں کی مجلس مرحوم کے مکان سے ملحقہ امام باڑہ میں ۲۳ مئی کو ہوئی۔ جس میں حجۃ الاسلام مولانا سید محمد حسنین باقری کا بیان ہوا۔

(۲۱) محلہ احاطہ صفی پور سے محمد غفران عابدی نے اطلاع دی ہے کہ ان کی پھوپھی نے اپنے جواں سال بھتیجے فیضان عابدی کے ۲۲ اپریل کو انتقال کے بعد کورونا کی زد میں آکر یکم مئی کو انتقال کیا۔ صفی پور میں سپرد لحد ہوئیں۔

(۲۲) محلہ چودھرانہ اناؤ سے تنویر نقوی صاحب نے اطلاع دی ہے کہ کورونا میں ۲۳ اپریل کو ان کی بہن کے انتقال کے بعد ان کی موسانی اہلیہ عالم حسین سابق چیئرمین نے بھی ۲۴ اپریل کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ نماز جنازہ مولانا ضیغم عباس نے پڑھائی۔

(۲۳) انجمن وظیفہ سادات کے سابق نائب صدر اور مختلف عہدوں پر فائز واپسیٔ قرض حسنہ کی کوشش کرنے والوں میں نمایاں شخصیت جناب ضمانت عباس نے ایک عرصہ کی علالت کے بعد ۲۳ مئی کو ایرا میڈیکل کالج لکھنؤ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اور عباس باغ کی کربلا میں سپرد لحد ہوئے۔ نماز جنازہ ان کے بہنوئی حجۃ الاسلام مولانا موسیٰ رضا یوسفی زید پوری نے پڑھائی اور مجلس پڑھی۔ موصوف نے انجمن کے کام بڑے خلوص سے انجام دیئے اس کے آرگن وظیفہ کی ترقی میں ان کا بہت ہاتھ تھا۔ اس

ISSN No.2455-636X

سے قبل وہ اسٹیٹ بینک آف انڈیا میں منیجر رہے تھے۔

(۲۴) بارہ بنکی سے ضمانت عباس رضوی نے اطلاع دی ہے کہ ان کے استاد جناب منظر عباس نے کچھ دنوں کی علالت کے بعد کورونا کا شکار ہو کے ۱۹ مئی کو لکھنؤ میں انتقال کیا ملکہ جہاں کی کربلا عیش باغ میں سپرد لحد ہوئے ان کا ایک مکان بارہ بنکی میں ہے جہاں وہ اپنی اہلیہ کے ساتھ رہتے تھے قوم کے بچوں کو مفت تعلیم دیتے تھے ان کے تعلیم دینے کا سلیقہ بہت ہی مقبول تھا۔

(۲۵) ادارۂ اصلاح کے صدر اور جامعہ علمیہ اسلامیہ شعبہ فارسی کے سابق پروفیسر عراق رضا زیدی نے مطلع کیا ہے کہ ان کے عزیز بستی سیتھل ضلع بریلی کے جناب نہال علی زیدی (جیسٹ پرمکھ) کے فرزند ہر دل عزیز جناب بلال علی زیدی نے ۱۸ مئی کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ وہ میڈیکل اسٹور کے مالک تھے۔ وبائی زیادتی میں بھی خدمت خلق کا سلسلہ جاری رکھا نتیجہ میں خود متاثر ہوئے اور انتقال کر گئے۔ مرحوم کے بھائی خصال علی صاحب نے بھی ۳۰ مئی کو انتقال فرمایا۔ دونوں کی تدفین وطن کی کربلا میں ہوئی۔

(۳۶) موصوف ہی کی اطلاع کے مطابق مرحوم حسنین زیدی صاحب کے فرزند آغا ظہیر نے عالم جوانی میں داعی اجل کو لبیک کہا دو دن پہلے ان کی والدہ کا انتقال ہوا تھا مرحوم انوار العلوم الہ آباد کے سربراہ حجۃ الاسلام مولانا سید جواد الحید رجوادی کے ہم زلف تھے۔

(۲۷) مولانا ڈاکٹر ریحان حسن رضوی کی اطلاع کے مطابق مولانا ڈاکٹر مشہود رضا واعظی کی والدہ محترمہ صالحہ پروین زہرا بنت محمد رضا مرحوم نے یکم مئی کو انتقال کیا۔

(۲۸) جناب حسن ذکی زیدی نے اطلاع دی ہے انکے پھوپھا سید خورشید اکبر (رسول پور لنگا بجنور) نے یکم مئی کو انتقال فرمایا۔ مرحوم کے ایک فرزند مولانا محمد میثم قم میں تحصیل علم مصروف ہیں۔

(۲۹) حجۃ الاسلام مولانا حیدر مہدی کریمی کی اہلیہ محترمہ کنیز سیدہ بنت سید زاہد علی مرحوم نے ۲۹ اپریل کو دہلی میں انتقال فرمایا۔

(۳۰) جناب حیدر عابدی (جرمنی) کی اطلاع کے مطابق ڈاکٹر علی یاور، دہلی کے والد جناب سید نہال حسین صاحب نے ۲۶ اپریل کو نوگانوان سادات میں انتقال فرمایا۔

(۳۱) مولانا سبط حیدر اعظمی امام جمعہ و جماعت اترولہ ضلع گونڈہ کی اطلاع مطابق انکی والدہ محترمہ احمدی بیگم بنت جناب وارث حسین مرحوم اہلیہ جناب سید زین العباد صاحب نے ۷ رمضان المبارک کو رسول پور بروا سرائے میر اعظم گڈھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ نماز جنازہ مولانا موصوف نے پڑھائی۔ چالیسویں کی مجلس ۲۱ مئی کو ہوئی مولانا محمد علی گوہر صاحب نے خطاب فرمایا۔

(۳۲) حجۃ الاسلام مولانا محمد وزیر حسن صاحب قمی کی والدہ محترمہ نے یکم مئی کو الہ آباد میں انتقال فرمایا۔

(۳۳) بگرام ضلع لکھنؤ کے سابق پردھان علی عباس رضوی علن میاں کے داماد اور ڈاکٹر سمیر کے والد ڈاکٹر اختر حسین نے ۴ مئی کو لکھنؤ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ کربلا عباس باغ میں سپرد لحد ہوئے۔

(۳۴) حجۃ الاسلام مولانا عترت حسین استاذ جامعہ ناظمیہ کی اطلاع کے مطابق انکے بڑے بھائی الحاج سید عشرت حسین نے ۴ مئی کو شاہ دوبیت اعظم گڈھ میں انتقال فرمایا۔

(۳۵) حجۃ الاسلام مولانا حسن امام عابدی وشاعر اہل بیت جناب شعیب نوگانوی کی والدہ محترمہ سیدہ زبیدہ خاتون بنت مولانا سرفراز عابدی مرحوم نے ۴ مئی کو اس دار فانی سے کوچ کیا۔

ISSN No.2455-636X

(۳۶) جناب عرفان عابدی صاحب لکھنؤ کی بہن مرحومہ سیدہ خاتون بنت سید یاور حسین مرحوم نے ۱۸ اپریل کو الہ آباد میں انتقال فرمایا۔ دو روز قبل مرحومہ کے شوہر بھی اس دار فانی سے رحلت کر گئے۔

(۳۷) ادارۂ اصلاح کے کارکن محمد عباس تقوی نے اطلاع دی ہے کہ جناب کوثر جمیل کے چھوٹے بھائی آصف جمیل ابن سرفراز احمد آکاش بھارتی نے ۸ ارمئی کو قلبی دورہ میں انتقال کیا عیش باغ کربلا لکھنؤ میں سپرد لحد ہوئے نماز جنازہ مولانا سرکار حسین صاحب نے پڑھائی۔ سیوم کی مجلس ۲۰ رمئی کو اشرف حسین مرحوم کی مسجد پاٹا نالہ لکھنؤ میں ہوئی۔ مولانا عسکری صاحب کا بیان ہوا۔

(۳۸) اخبار خلافت کے ایڈیٹر جناب انجم رضوی کی اطلاع کے مطابق ان کے والد ماجد سید مسعود حسن رضوی بلوری نے تقریباً ۸۵ سال کی عمر میں ۱۷ ار اپریل کو مختصر علالت کے بعد لکھنؤ انتقال کیا۔ نماز جنازہ حجۃ الاسلام مولانا مکاتب علی صاحب نے پڑھائی اور مجلس پڑھی۔ کربلا تالکٹورہ میں سپرد لحد ہوئے۔ سیوم کی مجلس ۱۹ ر اپریل کو حمام والی مفتی گنج میں ہوئی جس میں مولانا ابو افتخار زیدی کا بیان ہوا۔ چالیسویں کی مجلس ۲۵ رمئی کو امام باڑہ ملکہ جہاں تحسین گنج لکھنؤ میں ہوئی مولانا شبر حسین واعظ کا بیان ہوا۔ پسماندگان میں پانچ بیٹے اور ایک بیٹی ہیں ایک بیٹے کا پہلے ہی انتقال ہو چکا ہے۔ مرحوم کے ایک فرزند مولانا ڈاکٹر علی سلمان مصروف خدمت دین ہیں۔ اور دو بیٹے صحافی ہیں۔

(۳۹) حجۃ الاسلام مولانا سعید الحسن نقوی کی اطلاع کے مطابق ان کے خالہ زاد بھائی عزیز حیدر نقوی نے ۱۵ رمئی کو جائس رائے بریلی میں انتقال کیا۔

(۴۰) موصوف ہی کی اطلاع کے مطابق ان کے چچا محمد تقی نقوی نے نوئیڈا میں ۲۴ رمئی کو داعی اجل کو لبیک کہا میت لکھنؤ لائی گئی کربلائے تالکٹورہ میں آسودۂ لحد ہوئے۔

(۴۱) ادارۂ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے روح رواں جناب منہاج رضا مرزا نے ۲۶ ر اپریل کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ کربلا ملکہ جہاں لکھنؤ میں سپرد خاک ہوئے۔

(۴۲) ماہنامہ اصلاح کے خریدار جناب سید محمد حیدر رضوی بلوری نے ۱۲ رمئی کو کورونا وبا کا شکار ہو کر ایرا میڈیکل کالج لکھنؤ میں انتقال کیا کربلا ملکہ جہاں میں سپرد لحد ہوئے۔ مرحوم کی مجلس سوئم ۱۵ رمئی کو جامع مسجد لکھنؤ میں ہوئی۔ مرحوم کے چالیسویں کی مجلس ۶ ر جون کو اسی مقام پر ہوگی۔

(۴۳) شاعر اہل بیتؑ جناب میثم گوپالپوری کی بیٹی مرحومہ عطیہ زینب نے عالم جوانی میں داعی اجل کو لبیک کہا گوپالپور میں سپرد لحد ہوئیں۔

(۴۴) شاعر اہل بیت ماہنامہ اصلاح کے انتہائی شائق جناب سید طاہر حسن نقوی عرف اچھن صاحب نے ۸۷ سال کی عمر میں ۱۳ ر اپریل کو انتقال فرمایا۔ اپنے بخارا سادات بجنور میں سپرد لحد ہوئے۔ نماز جنازہ مولانا خورشید عباس صاحب نے پڑھائی۔ یہ اطلاع مرحوم کی اہلیہ نے دی۔

(۴۵) ڈاکٹر سید محمد احمد ابن سید شبیر حسین نے ۴ رمئی کو تقریباً ۶۲ رسال کی عمر میں الہ آباد میں انتقال فرمایا۔ کربلا باغ دریا آباد کے قبرستان میں سپرد لحد ہوئے، نماز جنازہ مولانا عامر صاحب نے پڑھائی۔ مرحوم کے چالیسویں کی مجلس ۲۳ رمئی کو ہوئی جسے حجۃ الاسلام مولانا ضیغم الرضوی صاحب قبلہ نے خطاب فرمایا۔

مجالس ترحیم

(۱) سابق نگران اصلاح الحاج مولانا سید محمد باقر جوراسی طاب ثراہ کی بیٹی مرضیہ خاتون مرحومہ کے چالیسویں کی مجلس ۱۰ رمئی کو معصومیہ مسجد

ISSN No.3455-636X

ٹاپے والی گلی کاظمین لکھنؤ میں ہوئی مرحومہ کے بھتیجے حجۃ الاسلام مولانا سید محمد حسنین باقری کا بیان ہوا۔ زنانی مجلس اندرون خانہ آن لائن ہوئی جسے معلمہ اخلاق محترمہ رباب زیدی نے خطاب کیا۔

(۲) مہتمم و مدیر مسئول اصلاح سید محمد مہدی باقری کے ماموں زاد بھائی افضال حسین راجہ کے چالیسویں کی مجلس احاطہ برہان صاحب لکھنؤ میں ۲۴ رمئی کو ہوئی۔ حجۃ الاسلام مولانا سید محمد حسنین باقری کا بیان ہوا۔

(۳) تنویر نقوی نے چودھرانہ اناؤ سے اطلاع دی ہے کہ ان کی مرحومہ بہن کے چالیسویں کی مجلس ۲۶ رمئی کو ہوئی جس میں حجۃ الاسلام مولانا محمد عازم باقری کا بیان ہوا۔

(۴) بڑا مکان صفی پور اناؤ سے فصاحت عسکری نقوی صاحب نے اطلاع دی ہے کہ دہلی میں کورونا سے جاں بحق ہوجانے والے ان کے چھوٹے بھائی فراحت عسکری نقوی کے چالیسویں کی مجلس ۳ رجون کو راجہ صاحب کے امام باڑہ میں ہوگی جو براہ راست حسینی چینل سے نشر ہوگی۔

(۵) سماجوادی پارٹی کے رہنما ارشاد منزل ردولوی کے منتظم جناب تہذیب الحسن زیدی کے چالیسویں کی مجلس آن لائن ۲۰ رکو ہوئی جسے حسینیہ ارشادیہ ردولی کے عشرۂ محرم کے مستقل ذاکر حجۃ الاسلام مولانا محمد حجت قمی نے خطاب فرمایا۔ اسی ارشاد منزل کے ڈاکٹر حسن زیدی کے چالیسویں کی مجلس میں بھی آن لائن مولانا موصوف ہی کا بیان ہوا۔

(۶) سرائے سید علی کوشامبی سے مبلغ افریقہ الحاج مولانا سرکار حسین رضوی ممتاز الافاضل و واعظ کے والد مرحوم کی چالیسویں کی مجلس ۲۶ رمئی کو ہوئی۔ جسے حجۃ الاسلام ولانا ضیغم الرضوی نے خطاب کیا۔

(۷) محلہ احاطہ قصبہ صفی پور ضلع اناؤ سے غفران عابدی نے اطلاع دی ہے کہ کووڈ ۱۹ کا شکار ہو جانے والے ان کے بڑے بھائی فیضان عابدی مرحوم کے چالیسویں کی مجلس ۲۷ رمئی کو ہوئی جسے حجۃ الاسلام مولانا ذکی حسن خاں صاحب قبلہ نے خطاب فرمایا۔

التماس دعا:

(۱) ناظمیہ عربی کالج لکھنؤ کے پرنسپل آیت اللہ حمید الحسن صاحب قبلہ ان کی شدید علالت کی اطلاع گزشتہ شمارے میں دی جا چکی ہے بحمد اللہ صحت یاب ہیں اور شریعت کدہ پر آرام فرما ہیں۔ (۲) مولانا عباس اصغر شبریز کی اطلاع کے مطابق ان کے والد ماجد جامعہ ناظمیہ لکھنؤ کے استاذ بزرگ عالم و خطیب مداح اہل بیتؑ مولانا محمد حسنین الماس رجیٹوی کورونا کی زد میں آگئے تھے ابتداءً گھر پر زیر علاج رہے مرض میں اضافہ ہوا تو ایرا میڈیکل کالج میں زیر علاج رہے اب بحمد اللہ افاقہ ہے اور گھر سرفراز گنج میں آرام فرما رہے ہیں۔ (۳)۔ (۴) ادارۂ اصلاح کے انتہائی مخلص خریدار و معاون ریٹائرڈ ڈی ایس پی الحاج وسیم قیصر صاحب اور ان کی بیٹی کورونا وبا کا شکار ہو کر اسپتال میں داخل رہے اب افاقہ ہے اور گھر پر زیر علاج ہیں گزشتہ مہینے ان کی صاحب فراش اہلیہ کا اسی مرض میں انتقال ہو چکا ہے۔ (۵) بارہ بنکی سے الحاج ذیشان حسین رضوی نے اطلاع دی ہے کہ ان کی دو بہنیں اور بھانجی الیکشن کی ڈیوٹی کے دوران کورونا کی زد میں آگئیں تھیں احتیاط و علاج کی وجہ سے اب بحمد اللہ صحت یاب ہیں۔ (۶) الحاج محمد جعفر رضوی کے منجھلے بھائی محمد عالم رضوی کورونا سے متاثر ہوئے مرض میں اضافہ ہوا پر بلیک فنگس کا بھی شکار ہو گئے تشویش ناک حالت میں ایرا میڈیکل کالج میں داخل ہیں۔ (۷) جناب شارب زیدی موتک پوری نے اطلاع دی ہے کہ ان کے چچا زاد بھائی طالب زیدی ابن جناب آصف زیدی کا لکھنؤ سے بارہ بنکی آتے ہوئے ایکسیڈنٹ ہوا پیر میں فریکچر ہوا۔ (۸) ماسٹر شوکت حسین جلالپوری تحت علیل ہیں گھر پر زیر علاج ہیں۔

مومنین سے التماس ہے کہ اوقات دعا میں ان تمام حضرات کے لئے مکمل صحت یابی کی دعا فرماتے رہیں۔

ISSN No.2455-636X

بقیہ تفسیر قرآن۔۔۔۔۔

کبھی تم نے فکر کیا ہے کہ اگر زمین جاذبہ کی صلاحیت نہ رکھتی تو ایک پلک جھپکتے ہی ہم سب اور ہماری زندگی کے تمام ذرائع وسائل زمین کی دورانی حرکت کے اثر سے فضا میں بکھر جاتے اور بھٹکتے رہتے۔

اس کے بعد آسمان کی نعمت کو ذکر کرتا ہے: "اس نے آسمان کو سقف کے مانند قرار دیا"۔ وَالسَّمَاءَ بِنَاءً

اس آیت میں لفظ سماء سے فضائے زمین کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یہ تہ بہ تہ ہوا ہے جس نے پوری زمین کو چھپالیا ہے۔ دانشمندوں کے نظریہ کے مطابق اس کی ضخامت کئی سو کیلو میٹر ہے۔ اگر یہ روشن آسمان کی طرح تہ بہ تہ ہوا ہمارے اطراف میں احاطہ نہ کئے ہوتی تو زمین ہمیشہ آسمانی پراگندہ پتھروں کی بارش کی زد میں رہتی اور عملی طور پر انسانوں کا آرام جاتا رہتا۔

" اور آسمان سے پانی نازل کیا"۔ وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً

حیات بخش زندگی دینے والا تمام آبادیوں کی روح ساری مادی نعمتوں سے قیمت میں زیادہ یہ پانی۔

قرآن کہتا ہے: "اس کے بعد بارش کے ذریعہ اس نے تمہاری روزی کے لئے پھل پیدا کئے"۔

فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ

اس نے بارش کے ذریعہ انسانوں کی روزی کے لئے انواع واقسام کے پھل پیدا کئے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمام بندوں پر اللہ کی رحمت کس قدر وسیع اور عام ہے اور دوسری طرف اس کی قدرت کو بیان کر رہی ہے کہ کس طرح بے رنگ پانی سے انسانوں کے لئے ہزاروں قسم کے پھل مختلف خاصیتوں کے ساتھ ہر قسم کے غلوں کے دانے اور بہت سی غذائی چیزیں جانداروں کے لئے پیدا کرتا ہے۔ یہ سب رحمتیں اللہ کے موجود ہونے پر دلالت کرتی ہیں اس لئے بلا فاصلہ اضافہ کرتا ہے کہ جب ایسی صورت حال ہے تو:

"خدا کا کسی کو شریک نہ بناؤ حالانکہ تم جانتے ہو"۔ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ

انداد "ند" کی جمع ہے جس کے معنی وہ چیز جو جوہر اور ذات کی نظر سے دوسری چیز کی شریک وشبیہ ہو۔

مختلف مشکلوں میں بت پرستی:

کسی چیز کو خدا کے مقابلہ میں زندگی میں موثر سمجھنا شرک کی ایک نوعیت ہے۔ مشہور ومعروف مفسر ابن عباس اس جگہ خوب تعبیر کرتے ہیں وہ کہتے ہیں: "انداد شرک ہی کو کہتے ہیں جو کبھی تاریک شب میں سیاہ پتھر پر چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پنہاں ہے۔ شرک یہ بھی ہے کہ انسان کہے خدا کی قسم تمہاری جان کی قسم میری جان کی قسم (یعنی خدا اور اپنے دوست کی جان کو ایک ردیف میں قرار دے) یا کہے یہ کتا اگر گزشتہ شب نہ ہوتا چور آگئے ہوتے۔ (لہٰذا نجات دینے والا ہم کو یہ کتا ہے)۔ یا اپنے دوست سے کہے جو بھی خدا چاہے یا تم چاہو' ان تمام چیزوں میں شرک کی بو موجود ہے"۔

بسا اوقات عوام کی زبان پر یہ جملہ سنائی دیتا ہے کہ خدا کے بعد آپ ہی ہیں۔ یا پہلے خدا پھر آپ، یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ ایک مومن وموحد انسان کے لیے اس طرح کی تعبیرات مناسب نہیں ہیں۔

ISSN No.2455-636X

حیّان کا موت کے وقت اپنی خیانت کا اقرار کرنا

علامہ مجلسیؒ نے بحارالانوار جلد ۱۱ صفحہ ۳۱۲ پر نقل کیا ہے کہ واقفیہ مذہب کے آغاز میں زکات وغیرہ کے واجبی حقوق میں سے تیس ہزار دینار اشاعۃ کے پاس جمع تھا جسے کوفہ میں حیان بن سراج اور اس کے ساتھی کے حوالے کیا جو دونوں وکیل تھے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے۔ جس وقت امام کاظمؑ قید خانہ میں تھے ان دونوں نے اس امانت سے جسے امام کی مرضی کے مطابق خرچ ہونا چاہئے تھا اپنے لئے مکانات اور اناج خریدا۔ جب قید میں امامؑ کے شہید ہو جانے کی خبر ان کو معلوم ہوئی تو اس مال کو ہڑپنے کے لئے باطل واقفیہ فرقہ سے ملحق ہو گئے اور امامؑ کی شہادت کا انکار کرتے ہوئے کہا وہی مہدی موعود ہیں، وہی قائم برحق ہیں جو دنیا کو عدل وانصاف سے پُر کریں گے۔

چونکہ شیعہ ان پر بھروسہ کرتے تھے ان کو یہ توقع نہیں تھی کہ یہ امتحان کے وقت شیطان کی پیروی کرتے ہوئے آخرت کے بدلے فانی دنیا کو خریدیں گے اسی وجہ سے عوام کے درمیان یہ فرقہ تیزی سے پھیل گیا۔ لیکن جب حیان اور ان کے ساتھی کی موت کا وقت نزدیک آیا موت کے آثار ظاہر ہوئے جب اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے تو اپنے گھر والوں کو وصیت کی کہ ہمارے پاس جو مال ہے یہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا ہے لہٰذا ان کے ورثہ تک پہنچا دینا۔

(خاتمہ مستدرک، نوری، جلد ۴ صفحہ ۳۴۷۔ بحارالانوار مجلسی جلد ۴۸ ص ۲۶۷، اختیار معرفۃ الرجال، شیخ طوسیؒ جلد ۲ ص ۷۶۰)

اس وقت شیعوں کو معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے مال کی لالچ میں امامؑ کی موت کا انکار کیا تھا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ علی بن ابی حمزہ اور زیاد بن مروان نے سادہ لوح یا دنیا پرست مومنین کو دھوکہ دے کر ہم خیال بنایا اور وقف کا عقیدہ لوگوں کے درمیان رائج کیا۔

چونکہ یہ لوگ اپنے سامنے سب سے بڑی رکاوٹ جو دیکھ رہے تھے وہ یونس بن عبدالرحمٰن تھے لہٰذا طے کیا جیسے بھی ہو یونس کو اپنے ساتھ ملالیں جبکہ یونس شیعوں کے درمیان جو مرتبہ رکھتے تھے اپنی پوری کوشش کر رہے تھے مذہب حق کی ترویج ہو لوگ امام برحق امام علی رضا علیہ السلام کی طرف منسوب ہوں، اور مخالفین کے سامنے امام کی حقیقت واضح ہو جائے۔

واقفیہ کے سرداروں کا یونس بن عبدالرحمن کو اپنی طرف دعوت دینا:

علامہ مجلسیؒ نے بحارالانوار جلد ۱۱، صفحہ ۳۰۸ پر، علامہ مامقانی نے تنقیح المقال جلد ۳ صفحہ ۳۳۹ پر شیخ صدوق کی علل الشرائع سے نقل کیا ہے کہ علی بن ابی حمزہ اور زیاد بن مروان نے یونس کو پیغام بھیجا کہ اگر توقف کے عقیدے میں ہماری حمایت کرو اور علی بن موسیٰ الرضاؑ کی امامت پر اصرار نہ کرو تو ہم دس ہزار دینار تم کو دیں گے یونس نے جواب دیا: ہم کیسے سکوت اختیار کر سکتے ہیں یا تمہاری حمایت کر سکتے ہیں جبکہ ہم نے دو برحق اماموں محمد بن علی الباقر اور جعفر بن محمد الصادق علیہما السلام سے یہ روایت سنی ہے کہ "اذا ظہرت البدع فعلی العالم ان یظہر علمہ، فان لم یفعل سلب منہ نور الایمان" (معجم رجال الحدیث، خوئی، جلد ۲۱، صفحہ ۲۱۸۔ اختیار معرفۃ الرجال، شیخ طوسی جلد ۲ ص ۷۸۶، جامع الرواۃ اردبیلی جلد ۱ ص ۳۳۸) جب بدعتیں آشکار ہوں تو عالم پر لازم ہے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے اور اگر وہ اپنے علم کو ظاہر نہ کرے تو خدا نور ایمان کو اس سے سلب کر لیتا ہے۔ لہٰذا ہم راہ خدا میں تلاش وکوشش اور جہاد سے دست بردار نہیں ہو سکتے ہم ہر

ISSN No.2455-636X

حال میں جہاد کریں گے۔

یہاں پر جناب یونس کے جہاد سے مراد جہاد اکبر ہے جو بیان و دلیل اور برہان کے ساتھ ہے جیسا کہ خداوند عالم نے سورہ فرقان (۲۵) آیت ۵۲ میں ارشاد فرمایا ہے: وجاھدھم بہ جھادا کبیرا (ان کے ساتھ جہاد اکبر کرو)

یونس بن عبد الرحمٰن کے ساتھ واقفیہ کی دشمنی

لہٰذا جب واقفیہ مذہب کے سرغنہ افراد کو یہ اطمینان ہوگیا کہ یونس لالچ میں نہیں آئیں گے اور ان کی نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کرکے حق سے ہی وابستہ رہیں گے تو ان کے خلاف سازشیں اور مخالفتیں شروع کردیں، اور انہوں نے یونس بن عبد الرحمن کے خلاف جو راستہ اپنایا وہ ان کے خلاف تہمتیں اور الزام تراشیاں تھیں۔ جیسا کہ قرآن اور تاریخ سے ثابت ہے کہ جب قارون نے جناب موسیٰ کو ختم کرنا چاہا تو بدکار عورت کے ذریعہ زنا کی تہمت لگائی اور عوام کو ان سے بدگمان کرنا چاہا۔ یہود نے بھی جناب مریم پر زنا کی تہمت لگائی جس کے ذریعہ اس صاحب عصمت خاتون کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا کہ اگر جناب زکریا جناب جناب مریم کی مدد کے لئے سامنے نہ آگئے ہوتے تو جناب مریم و عیسیٰ کو انہوں نے ختم ہی کردیا ہوتا۔ حالانکہ خداوند عالم نے ان دونوں کو ایسی تہمتوں سے مبرا کیا اس کے باوجود ہزاروں سال بعد بھی دشمنان توحید اسی طرح کے الزامات دین والوں کے خلاف لگاتے ہیں۔ اولیاء و اوصیاء انبیاء اور نیک لوگوں و بندگان خدا و مومنین و علماء کے خلاف یہی تہمت و الزام تراشی کا رویہ و طریقہ آج بھی جاری و ساری ہے۔ ہم اپنے زمانے میں مشاہدہ کرتے ہیں کہ مومنین و علماء و مبلغین کے خلاف تہمتیں لگائی جائیں تاکہ ان کی باتوں کو بے اثر کیا جائے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ عقلمند و صاحبان علم ہر نسبت و کلام کی طرف توجہ دیں تاکہ بدعاقبتی کا شکار نہ ہوں۔

جیسا کہ خداوند عالم سورۂ حجرات کی آیت ۶ میں فرماتا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ۔ (ایمان والو اگر کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کرو ایسا نہ ہو کہ کسی قوم تک ناواقفیت میں پہنچ جاؤ اور اس کے بعد اپنے اقدام پر شرمندہ ہونا پڑے)

اس لئے کہ کسی کے پوشیدہ عمل کے بارے میں ہر خبر دینے والے سے دو عمل صادر ہوئے ہیں جو اس کے فسق کو ثابت کررہے ہیں۔

اولاً: پوشیدہ عمل کے بارے میں خبر دی ہے اس لئے مسلمان کے راز کو فاش کرنے کی وجہ سے وہ فاسق ہے۔

ثانیاً: پوشیدہ عمل میں ایک مسلمان کی غیبت کی ہے جو خود فسق کی دلیل ہے لہٰذا ایسا فاسق شخص ولو وہ بظاہر اچھا ہو لیکن اگر کوئی خبر دے تو مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ بغیر تحقیق و جستجو کے اس کی بات کو قبول نہ کرے۔

اور اگر تمام مسلمانوں نے اس آیت پر عمل کیا ہوتا تو ہرگز ان کے درمیان نفاق کا وجود نہ ہوتا اور دشمنوں کو بھی تہمت و الزام تراشی کا موقع نہ ملتا۔

ISSN No.2455-436X

اب چونکہ اکثر مسلمان قرآنی احکامات پر عامل نہیں ہیں اس لئے دشمن اس سے سوء استفادہ کرتے ہوئے مومنین کو متہم کرتے ہیں جیسا کہ یونس بن عبدالرحمن جیسے مخلص اور سچے مومن و محب اہل بیت کے ساتھ یہی سلوک کیا۔

چونکہ واقفیوں کے دنیا پرست رؤسا مثلاً علی بن ابی حمزہ و زیاد بن مروان و عثمان بن عیسیٰ وغیرہ جبکہ امتحان کو موقع نہیں آیا تھا یہ لوگ امام کے وکیل، راوی اور شیعہ تھے اسی وجہ سے شیعوں کے درمیان ان کی حیثیت تھی۔ ان لوگوں نے یونس بن عبدالرحمن کی بدگوئی اور الزام تراشی شروع کی حتیٰ ان پر فسق و معصیت کی تہمت لگائی یہ باتیں اتنا مشہور کیں کہ دوسرے افراد بھی یونس کے سلسلے میں غلط نسبتیں دینے لگے نوبت یہاں تک پہنچی کہ امام کے سامنے بھی برائی کرتے۔

امام علیہ السلام کے سامنے اہل بصرہ کا یونس کی برائی کرنا

علامہ مامقانی نے تنقیح المقال جلد ۳ صفحہ ۳۴۰ پر مختار کشی کے ذریعہ جعفر بن عیسیٰ سے نقل کیا ہے کہ میں امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا یونس بن عبدالرحمن بھی موجود تھے۔ اس وقت بصرہ کے کچھ لوگوں نے ملاقات کی اجازت طلب کی۔ امام نے یونس بن عبدالرحمن سے ارشاد فرمایا کہ دوسرے حجرے میں چلے جائیں۔ یونس دوسرے کمرے میں جا کر پوشیدہ ہو گئے۔ بصرے والے امام کی اجازت سے اندر آئے اور گفتگو کے درمیان یونس کی برائی کی اور ان پر الزام تراشی کی۔ ان لوگوں کے جانے کے بعد امام کے کہنے پر یونس باہر آئے لیکن آنکھوں میں آنسو تھے۔ امام نے وجہ پوچھی تو کہا:

مولیٰ میری جان آپ پر قربان ہو۔ آپکی حمایت کی وجہ سے میرے اوپر اس طرح کے الزامات اور تہمتیں ہیں۔ حضرت نے فرمایا: اے یونس اگر امام تم سے راضی ہو تو لوگوں کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

اے یونس اگر تمہارے ہاتھ میں ہیرا ہو اور لوگ کہیں کہ کوئلہ ہے یا کوئلہ ہو لوگ کہیں کہ ہیرا ہے تو کیا لوگوں کے کہنے سے تمہارا کوئی فائدہ یا نقصان ہے؟ کہا نہیں امام نے فرمایا ایسے ہی معاملہ یہاں بھی ہے کہ اگر صحیح راستہ پر ہو اور تمہارا امام تم سے راضی ہو تو لوگوں کے کہنے سے تم کو کوئی نقصان و ضرر نہیں پہونچے گا۔ (اختیار معرفۃ الرجال شیخ طوسی، جلد ۲ ص ۷۸۳)

یعنی تمہارا ایمان محفوظ ہے اور تمہارے مخالفین کی باتوں سے تم کو کوئی نقصان نہیں ہے۔

اسی طرح یونس بن عبدالرحمن سے منقول ہے کہ میں نے امام عبد صالح سے عرض کیا کہ مولیٰ لوگ مجھے زندیق کہتے ہیں۔ فرمایا: ان کے ساتھ نرم رویہ اور رواداری برتو اس لئے کہ تمہاری باتیں ان کے لئے گراں ہوتی ہیں۔ اگر تمہارے ہاتھ میں موتی ہو اور لوگ کہیں کہ پتھر ہے تو اس سے تم کو نقصان ہونے والا نہیں ہے اسی طرح اگر ہاتھ میں پتھر ہو اور لوگ کہیں کہ موتی ہے تو اس سے کوئی فائدہ ہونے والا نہیں ہے۔ (اختیار معرفۃ الرجال جلد ۲ صفحہ ۷۸۳، معجم رجال الحدیث، خوئی، جلد ۲۱ ص ۲۱۵، قاموس الرجال شوشتری جلد ۱۱ صفحہ ۱۷۵)

یعنی اگر تم صاحب ایمان ہو اور صحیح عقیدے کے حامل ہو تو لوگوں کے بے ایمان کہنے سے تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے۔

نامی فرقہ جلد دوم 69

ISSN No.2455-636X

حقیقت کا بیان

خلاصہ کلام یہ کہ اسی طرح کی حدیثوں سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ایسے افراد سے دشمنی اور مخالفت میں غلط باتیں مشہور کی گئیں ہیں۔ لہٰذا جو لوگ حقائق تک پہنچنے کی صلاحیت نہیں رکھتے یا بعض لوگ بدنیتی و کینہ کی وجہ سے ایسی روایتوں کو سامنے رکھ کر ہشام و زرارہ و یونس جیسے عظیم افراد کو گمراہ و غلط ثابت کرنا چاہتے ہیں اور بہ خیال خود حق کے خلاف گروہ تشکیل دے کر اپنی کتابوں میں درج کرتے ہیں جیسے مفضلیہ، زراریہ، ہشامیہ، نعمانیہ و یونسیہ وغیرہ۔

اور اس کے بعد آنے والوں نے بھی تعصب کا مظاہرہ کرتے ہوئے بغیر تحقیق و جستجو کے آنکھ بند کر کے سابقین کی باتوں کو نقل کر دیا جبکہ سورہ حجرات کی آیت ۶ کے مطابق ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ بغیر معلوم کئے ہر بات پر توجہ نہ دے تاکہ کسی کی اذیت کا سبب نہ بنے اور بعد میں ندامت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

ایسے افراد کی ندامت و پشیمانی دو وقتوں میں ظاہر ہوتی ہے:

۱: حقیقت آشکار ہونے کے بعد جب عقلا و صاحبان علم کو لا علمی و غرض کا پتہ چلتا ہے۔

۲: قیامت کے دن جب خدا کی عدالت کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا کہ کیوں بغیر تحقیق کئے کسی مومن پر الزام لگایا ہے۔

سورہ فرقان کی آیت ۲۷: وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ﴿۲۷﴾، کے مطابق ندامت و پشیمانی کا شکار ہوں گے لیکن افسوس وقت گزر چکا ہوگا اور کوئی نتیجہ حاصل نہ ہوگا۔

اسی وجہ سے علمائے شیعہ گزشتگان کے اقوال اور ہر شخص کے بارے میں مدح و ذم سے متعلق روایات کو چھان بین کرنے کے بعد ہی بیان کرتے ہیں۔ اور جب تحقیق کے درمیان اس نتیجے پر پہنچے کہ:

اولاً: یونس بن عبد الرحمن کے مخالف و دشمن ان کی بدگوئی کرتے اور ان پر تہمت و الزام لگاتے اور ان کے خلاف روایات گڑھتے تھے تاکہ اپنے مادی فوائد حاصل کر سکیں۔

ثانیاً: متعدد روایات کے مطابق ائمہ معصومین نے یونس کی مدح و ثنا کرتے ہوئے ان کو بندۂ صالح اور اہل بہشت بیان کیا اور امام رضاؑ نے صریحی طور پر فرمایا کہ تمہارا امام تم سے راضی ہے۔

مذکورہ دونوں وجوہات کی بنا پر یونس کے بارے میں مخالفین و دشمنوں کی مذمت والی روایات کو نہیں مانتے اور وہ جیسے تھے ویسا ہی پیش کرتے ہیں۔ بالخصوص ان کی تصنیفات و تالیفات کے ذریعہ ان کی عظمت و اہمیت کا اعتراف و اقرار کرتے ہیں۔

جیسا کہ علامہ مامقانی نے رجال نجاشی میں نقل کیا ہے یونس بن عبد الرحمن کی متعدد تصنیفات تھیں جنمیں کتاب السھو، کتاب الادب والدلالۃ علی الخیر، کتاب الزکاۃ، کتاب جوامع الآثار، کتاب الشرائع، کتاب الصلاۃ، کتاب فضل القرآن و کتاب یوم و لیلۃ وغیرہ۔

ISSN No.2455-636X

جن لوگوں نے ان کتابوں کو پڑھا ہے انہوں نے کوئی ایسی بات نہیں پائی جو بغدادی وابن حزم اور شہرستانی جیسے اہل سنت کی بات کی تائید کرے اور جب بھی ائمہ کے سامنے ان کی کتابیں پڑھی جاتیں تو ائمہ ان کے حق میں دعا فرماتے تھے۔ جیسا کہ علامہ مامقانی نے امام محمد تقی علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ احمد ابن خالد کہتے ہیں جب میں مریض ہوا امام جواد میری عیادت کے لئے تشریف لائے، میرے سرہانے یونس بن عبد الرحمن کی کتاب یوم ولیلہ تھی۔ امام نے پوری کتاب کی ورق گردانی فرمائی اور یونس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہوئے دو مرتبہ فرمایا خدا یونس پر رحمت نازل کرے۔

(اختیار معرفۃ الرجال، شیخ طوسی جلد ۲ص ۷۸۰، ۲۲ معجم رجال الحدیث آیت اخوئی جلد ۲۱ص ۲۱۲۔ قاموس الرجال، شوشتری جلد ۱۱ص ۱۷۲)

نیز دو روایتیں ابو ہاشم داؤد بن قاسم جعفری سے نقل کی ہیں کہ میں نے یونس بن عبد الرحمن کی کتاب یوم ولیلہ امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں پیش کی۔ امام نے کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد فرمایا:

خدا ہر حرف کے بدلے قیامت کے دن ان کو ایک نور عطا فرمائے۔

(معجم رجال الحدیث، خوئی، جلد ۲۱ص ۲۱۳۔ رجال نجاشی ج ص ۴۴۷، خلاصۃ الاقوال، علامہ حلی ص ۲۹۶۔ وسائل الشیعہ حر عاملی، جلد ۲۷ص ۱۰۲۔ حدیث ۳۳۳۲۵۔ تہذیب الاحکام، شیخ طوسی جلد ۱۰۰ص ۸۳۔ بحار الانوار جلد ۲ صفحہ ۱۵۰ جلد ۱۵)

دوسری روایت میں ہے کہ مطالعہ کے بعد فرمایا: یہ کتاب میرے اور میرے آباء واجداد کا دین ہے اور یہ پوری کتاب حق ہے۔

(اختیار معرفۃ الرجال، شیخ طوسی جلد ۲ص ۷۸۰ نمبر ۹۱۵ معجم رجال الحدیث خوئی ج ۲۱ص ۲۱۳۔ قاموس الرجال، شوشتری جلد ۱۱ص ۱۷۲ و جلد ۱۲ ص ۲۸۱)

اسی طرح کی ان کی دیگر کتابیں بھی تھیں جن کی تعداد ہزار جلد بیان کی گئی ہے۔ جیسا کہ مختار کشی میں ابو محمد قماصی حسن بن علویہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے فضل بن شاذان کو کہتے سنا کہ یونس بن عبد الرحمن نے ۵۴ حج اور ۵۴ عمرہ انجام دیئے اور مخالفین کی رد میں ہزار جلد کتابیں تحریر کیں اور ۲۰۸ھ میں رحلت فرمائی۔ (سابق جلد ۱۱ص ۱۷۴، معجم رجال الحدیث، خوئی ج ۲ص ۹۳، ج ۲۱ص ۲۱۳۔ اختیار معرفۃ الرجال، شیخ طوسی ج ۲ص ۷۸۰، نمبر ۹۱۷۔ التحریر الطاووسی، شیخ حسن صاحب معالم ص ۶۲۱)

اب تک جو مختصر دلائل بیان ہوئے ان سے یہ بات واضح وآشکار ہوئی کہ یونس بن عبد الرحمن اور ان کی طرح زرارہ بن اعین۔ مفضل بن عمر۔ ہشام بن حکم۔ مومن الطاق، ہشام بن سالم جیسے افراد ائمہ طاہرین کے عظیم اصحاب میں تھے وہ سب مومن ومتقی اور خدا کی وحدانیت رسولؐ کی رسالت اور ائمہ کی امامت وولایت کا اقرار کرنے والے تھے۔

اور شیعوں کو ان لوگوں کے بارے میں اہل سنت سے زیادہ معلوم ہے بغدادی وشہرستانی جیسے افراد کا چونکہ مقصد فرقہ بندی تھا لہٰذا ہر کس وناکس سے جو بھی سنا یا پڑھا اسے اپنی کتابوں میں درج کر دیا یا تعصب میں حق وباطل مخلوط کر کے اپنی کتابوں میں بیان کیا۔ لیکن الحمد للہ ہم شیعوں کے عقائد میں تعصب وخرافات نہیں ہے اس لئے ہم تحقیق وجستجو کر کے تعصب وعناد سے دور رہ کر اچھے کو اچھا اور برے کو برا کہتے ہیں۔ تمام علمائے شیعہ کی کتابیں تعصب وعناد سے خالی ہیں۔ اور تحقیق وجستجو کے ذریعہ نیک ومومن افراد کا دفاع کرتے اور غلط وبرے

ISSN No.2455-636X

افراد کو پہچان کر صحیح کو منتخب کرتے ہیں۔ لیکن اہل سنت حضرات یک طرفہ فیصلہ کرتے اور انہیں غلط روایات پر بھروسہ کرکے اموی و ناصبی افراد کے پروپگنڈے کا شکار ہو کر شیعوں کے سلسلے میں تعصب برتتے اور شیعوں کے مومن وموحد بزرگوں پر الزام تراشی کرنے اور ان کے عقائد کو غلط پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح ان سے منسوب کرکے فرقہ وگروہ بھی بیان کرتے مثلاً زراریہ، مفضلیہ، ہشامیہ، نعمانیہ و یونسیہ وغیرہ جن کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔

زرارہ بن اعین، مفضل بن عمر، ہشام بن حکم، مومن الطاق، ہشام بن سالم یونس بن عبد الرحمن کے پیروکار سب کے سب ایک ہی فرقہ تھے اور ہیں اور وہ مذہب شیعہ اثنا عشری ہے۔ اس کے علاوہ ہر فرقہ وگروہ جو حق وحقیقت کے خلاف ہو یا باطل کو حق بنا کر پیش کرنے کی کوشش کرے ایسے ہر فرقہ کی مخالفت کرتے اور اس کو رسوا کرتے ہیں۔

نصیریہ واسحاقیہ

اسی طرح سے دو گمراہ فرقے نصیریہ اور اسحاقیہ کو شہرستانی نے بھی اپنی ملل ونحل کی پہلی جلد صفحہ ۲۱۶ پر غالی شیعوں کے طور پر پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کا عقیدہ ہے: "چونکہ روحانیت کا ظہور جسمانی صورت میں ثابت شدہ معاملہ ہے جس کا انکار کوئی عقلمند نہیں کرسکتا۔ خیر کی بنسبت مثلاً جبرئیل کا بعض افراد کی صورت میں اور اعرابی کی صورت میں آنا اور شرو برائی میں مثلاً شیطان کا انسان کی صورت میں ظاہر ہونا، جنات کا بشر کی صورت میں ظاہر ہونا تاکہ اس کی زبان میں گفتگو کرے۔ اسی طرح خداوند عالم بھی اشخاص کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور چونکہ رسول اکرمؐ کے بعد علی واولاد علی علیہم السلام سے افضل کوئی نہیں تھا اس لئے حق تعالیٰ ان کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اور ان کی زبان میں تکلم کیا اس وجہ سے ان کے اوپر خدا کا اطلاق ہوگا۔ (الملل والنحل، شہرستانی جلد ا صفحہ ۱۸۸) اور علیؑ کو اس مقام سے مخصوص کرنے کا سبب یہ ہے کہ خداوند عالم نے ان کو اپنی تائید سے باطنی اسرار سے مخصوص کیا ہے جیسا کہ رسول خداؐ نے فرمایا: انا احکم بالظاھر واللہ یتولی السرائر (کشف اللثام، فاضل ہندی، جلد ۱۰ ص ۷۷ مختلف الشیعہ، علامہ حلی، جلد ۹ ص ۳۰۷۔ المجموع محی الدین نووی، جلد ۱۷ ص ۹۶۔ الملل والنحل، شہرستانی جلد ا صفحہ ۱۸۹) میں ظاہر کے مطابق حکم دیتا ہوں اور خداوند عالم باطن اور پوشیدہ چیزوں کا ذمہ دار ہے اسی وجہ سے مشرکوں سے جنگ پیغمبرؐ کے لئے تھی اور منافقین سے جنگ امام علیؑ کے حوالے کی گئی۔

یہی وجہ ہے کہ علی علیہ السلام عیسیٰ ابن مریم سے مشابہ تھے جن کے بارے میں رسول اکرمؐ نے فرمایا: لولا ان یقول الناس فیک ما قالوا فی عیسی بن مریم۔ لقلت فیک مقالا (اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ لوگ تمہارے بارے میں وہی بات کہنے لگے لیکن جو عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں کہا تو میں تمہارے بارے میں ایسی باتیں بیان کرتا (کہ لوگ تمہارے قدموں کی خاک سرمہ چشم بناتے) (اوائی بالوفیات صفدی جلد ۲۳ ص ۶۳ الملل والنحل، شہرستانی، جلد ا صفحہ ۱۸۹، بحار الانوار مجلسی جلد ۴۱ صفحہ ۱۸۱، ج ۱۷۔ ینابیع المودۃ، قندوزی جلد ا ص ۳۹۳، ج ۵)

اور یہ منحرف گروہ بھی امام علیؑ کے لئے رسالت یا رسالت میں شرکت بھی ثابت کرتا تھا۔ رسول اکرمؐ کے اس قول کو سامنے رکھ کر کہ

ISSN No.2455-636X

علی تاویل پر جنگ کریں گے۔ جیسا کہ میں نے تنزیل پر جنگ کی۔

اور چونکہ امام علیؑ رسول اکرمؐ کی نعلین مبارک سلنے والے، تاویل کے جاننے والے، منافقوں میں جنگ کرنے والے، جناتوں سے ہم کلام ہوتے والے، الٰہی قوت سے درِ خیبر اکھاڑنے والے تھے لہٰذا یہ باتیں واضح دلیل ہیں کہ آپ کے وجود میں خداوند عالم کا جزاور ربانی قوت موجود ہے۔ یا یہ کہ خداوند عالم ان کی صورت میں ظاہر ہوا اور ان کے ہاتھوں کے ذریعہ خلق کیا۔ ان کی زبان کے ذریعہ کلام کیا۔ اسی وجہ سے کہا کہ آپؑ آسمان و زمین کی خلقت سے پہلے موجود تھے۔ لہٰذا فرمایا: كنا اظلة على يمين العرش فسبحنا فسبحت الملائكة بتسبيحنا (ہم عرش کے داہنی جانب سایہ کی صورت میں تھے ہم نے تسبیح کی تو ہماری تسبیح کو سن کر ملائکہ نے تسبیح کہی۔ (الملل والنحل، شہرستانی جلد ۱ ص ۱۸۹۔ الھدایۃ الکبری، حسین بن حمدان خصیبی ص ۲۴۰)

امیر المومنینؑ نے فرمایا: انا من احمد كالضوء من الضوء ۔ يعني لا فرق بين النورين. الا ان احدهما اسبق والثاني لاحق به تال له۔ میں احمدؐ سے اس طرح ہوں جیسے ایک روشنی دوسری روشنی سے ہوتی ہے۔ دونوں نوروں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے بس نور محمدؐ پہلے ہے اور میرا نور بعد میں ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دونوں آپس میں شریک ہیں۔ اور نصیریہ جزء الٰہی کے زیادہ ہی قائل ہیں اور اسحاقیہ نبوت میں شرکت کی طرف زیادہ مائل ہیں۔

اب تک جو نقل ہوا وہ ملل ونحل میں شہرستانی کی تحریر کا خلاصہ تھا۔

نصیریہ کی وضاحت اور محمد بن نصیر نمیری کے حالات زندگی:

نصیریہ فرقہ محمد بن نصیر نمیری کا پیروکار ہے۔ شیخ الطائفہ نے کتاب غیبت میں، علامہ حلی نے خلاصۃ الرجال میں، شیخ ابوعمرو کشی، ابن غضائری، ابن داؤد، علامہ مجلسی، علامہ مامقانی وغیرہ نے الفاظ وعبارات کے اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے کہ محمد بن نصیر بصرہ کے دانشور اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے صحابی تھے۔ امام عسکریؑ کی شہادت کے بعد شیطان کے بہکاوے میں آکر جاہ ومنصب کی لالچ میں امام زمانہؑ کی نیابت خاصہ کا دعوی کر بیٹھے۔ اور غلط و باطل عقائد ونظریات کی ترویج بے بصیرت عوام کے سامنے شروع کی۔

سوال: شیعوں نے کیسے ان کی باتوں کو مان لیا اور ان کی نیابت کو تسلیم کر لیا ہے؟

جواب: ہر قوم وقبیلہ میں سادہ لوح اور بے بصیرت افراد پائے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں مومن و بابصیرت شیعوں نے ہرگز ان کے دعووں کو قبول نہیں کیا بلکہ ان پر لعنت کی۔

اور نمیری جیسے لوگوں نے کس طرح نیابت کا دعوی کیا اس کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم ہزار سال پہلے پلٹیں اور تیسری صدی کی تاریخ کو دیکھیں تب حقیقت آشکار ہوگی۔

ISSN No.2455-636X

امام عسکری کی رحلت اور امام زمانہ علیہ السلام کی غیبت کا آغاز

پیغمبر اکرمؐ و ائمہ اطہار علیہم السلام کی کثیر روایات کے مطابق سلاطین جور کا خاتمہ امام حسن عسکریؑ کے بیٹے امام مہدیؑ یعنی رسولؐ کے بارہویں جانشین کے ہاتھوں ہوگا۔

بنی عباسی خلفا اس مولود کے انتظار میں تھے، لہذا خلفائے جور کے کارندے اور جاسوس اس تاک میں تھے کہ ان کے دنیا میں آتے ہی قتل کر دیں۔ اسی وجہ سے شب جمعہ ۱۵ رشعبان ۲۵۵ ہجری میں اس ولی خدا کی ولادت کے بعد سے ہی آپ کے والد بزرگوار امام حسن عسکریؑ ان کو لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھتے تھے صرف خاص اصحاب اور شیعہ و بزرگ علماء کو امام کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ امام حسن عسکریؑ کی سامرا میں شہادت کے بعد دین و شریعت کے محافظ و نگہبان، پیغمبر اکرمؐ کے بارہویں جانشین حضرت ابوالقاسم (م ح م د) حجۃ بن الحسن العسکریؑ قرار پائے۔ جن کی عمر ۵ سال تھی۔

ظاہری طور پر امام ہادی و امام عسکریؑ کے صحابی خاص عثمان بن سعید عمروی نے غسل و کفن کا فریضہ انجام دیا۔ غسل و کفن کے بعد جنازے کو تخت پر رکھا گیا امام عسکریؑ کے بھائی جعفر بن علی (جنہیں جعفر کذاب کہا گیا ہے) خلیفہ معتمد باللہ عباسی کی طرف سے معین ہوئے کہ جنازے پر نماز پڑھیں۔

جب عقید غلام نے خبر دی کہ جنازہ نماز کے لئے تیار ہے جعفر نماز پڑھنے کے لئے آمادہ ہوئے اتنے میں پردہ ہٹا اور ایک خوبرو امام عسکریؑ سے مشابہ بچہ غم زدہ انداز میں باہر آیا اور جعفر کی ردا پکڑ کے کہا تاخر یا عم، چچا کنارے ہٹیے۔ یعنی آپ اس لائق نہیں ہیں کہ امام کی نماز پڑھیں (اس لئے کہ امامؑ کی نماز امام ہی پڑھا سکتا ہے) خود ہی اپنے والد کے جنازے پر نماز پڑھائی اور پھر پشت پردہ چلے گئے (کمال الدین و تمام النعمۃ شیخ صدوق صفحہ ۴۷۶، الثاقب فی المناقب، ابوجعفر طوسی، ص ۶۰۸)

موجود افراد نے جعفر کے پاس آ کر سوال کیا کہ یہ بچہ کون تھا جس نے تم کو چچا کہہ کر خطاب کیا؟ جعفر نے کہا: میں نے نہیں پہچانا اس لئے کہ میرے بھائی کے کوئی اولاد نہیں ہے۔ جیسے ہی یہ خبر خلیفہ تک پہنچی حکم دیا کہ گھر کی تلاشی لی جائے اور اس بچہ کو میرے سامنے حاضر کیا جائے۔ کارندوں نے گھر کا محاصرہ کر لیا گھر کی تلاشی لی۔ سرداب (تہہ خانہ) تک پہنچے جو پانی سے بھرا ہوا تھا۔ سرداب کے آخر میں جو امام علی نقی و امام حسن عسکری علیہما السلام کی نماز و عبادت کی جگہ تھی دیکھا وہاں وہ حضرت عبادت میں مصروف ہیں۔

چند افراد پانی میں داخل ہوئے تا کہ امام کو گرفتار کر لیں لیکن پانی نے ان کو اپنی طرف کھینچا۔ باہر آ کر خلیفہ کو ماجرہ سے باخبر کیا۔ جب خلیفہ کو معلوم ہوا تو اس نے حکم دیا جیسے بھی ہو میرے پاس لیکر آؤ۔ اگر پانی کی وجہ سے ان تک نہیں پہنچ سکتے تو چھت توڑ کر گرفتار کرو۔ جب وہ لوگ دوبارہ سرداب کی طرف آئے دیکھا امام سرداب میں نہیں ہیں نگاہوں سے پوشیدہ ہو گئے۔

سوال: کیسے سرداب سے آنکھوں سے اوجھل ہو گئے کیا سرداب ہی میں تھے اور لوگوں کی نگاہ سے پوشیدہ تھے یا سرداب سے نکل گئے؟

جواب: ہمارے یہاں کی روایات کے مطابق حضرت حجتؑ سرداب میں مقیم نہیں رہے بلکہ باہر آئے البتہ لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہے (اضواء علی السنۃ المحمدیۃ، محمود ابوریہ، صفحہ ۲۳۶، اعیان الشیعہ، سید محسن امین، جلد ۲ ص ۵۰۷)

ناصر فرقہ جلد دوم 84

ISSN No.2455-636X

Vol.-20, Issue-8
Annual Subscript Rs. 500
Page: 76 Price Rs. 50/-

MAHNAMA ISLAH

R.N.I. No. UPURD/2001/07094
Postal Reg. No. SSP-LW/NP-483/2020-2022
Date of Dispatch : 1 ,10 & 15 of Every Month

June - 2021

Masjid Diwan Nasir Ali, Murtaza Husain Road, Yahiyaganj, Lucknow-226 003 (U.P.) India
Ph.: & Fax. 0091-522-4077872, E-mail: islah_lucknow@yahoo.co.in, mahnamaislah@gmail.com www.islah.in

آل سعود کے ہاتھوں برباد شدہ

جنت البقیع کے مزارات مقدسہ کی تعمیر نو کا

مطالبہ کرتے رہنا اہل اسلام کا ایمانی فریضہ ہے۔